ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۱	ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ / نومبر ۲۰۱۱ء	جلد : ۱۹

مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر
سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے......... سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	٦
مرد کی دیت کامل اَور عورت کی نصف ہوگی	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۳
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۲٦
ڈاکٹر ذاکر نائیک کے بارے میں فتوی.....		۳۴
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۴۵
صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۴۸
دینی مسائل		۵۹
وفیات		٦۰
اخبار الجامعہ		٦۲

خوشخبری

آپ ماہنامہ اَنوارِ مدینہ اِنٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل لنک پر بھی پڑھ سکتے ہیں

http://www.scribd.com/anwaremadina

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

کچھ عرصہ سے پاکستان کی مغربی سرحدات پر اَمریکی اَور نیٹو اَفواج کے اِجتماع کی خبریں سننے میں آرہی ہیں جبکہ فضائی حدود کی پامالی کا سلسلہ تو برسوں سے جاری ہے جس کا آج تک کوئی منہ توڑ جواب نہیں دیا گیا یہی وجہ ہے کہ نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ پاکستان کے خلاف براہِ راست فوجی کارروائی کی دھمکیاں دی جارہی ہیں اَور ہمارے قائدین وسپاہِ سالار صرف بیانات پر اِکتفاء کیے ہوئے اُن کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے نہ معلوم اُن سے کیا توقعات وابستہ کیے ہوئے ہیں۔جبکہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اُن کے بغض وعداوت کو خوب کھول کر بیان کر دیا ہے یہ کسی بھی درجہ میں مسلمانوں کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے سیاسی وسائنسی عروج تو بہت بڑی بات ہے مسلمانوں کی اَدنیٰ دَرجہ کی تجارتی واِقتصادی ترقی اَور خود اِنحصاری بھی اُن کو ایک لمحہ کے لیے گوارہ نہیں ہے۔

ملاحظہ کریں کہ قرآنِ پاک نے اِس معاملہ میں مسلمانوں کو کتنی واضح ہدایات دی ہیں باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَo ھٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَکُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْکِتَابِ کُلِّہٖ وَاِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِo اِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ وَاِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَۃٌ یَّفْرَحُوْا بِھَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌo

(سُورہ آل عمران ۱۱۸ تا ۱۲۰ پارہ ۴)

''اے اِیمان والو! نہ بناؤ بھیدی کسی (کافر یا منافق) کو اَپنوں کے سواء وہ کمی نہیں کرتے تمہاری بربادی میں، اُن کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو، ظاہر ہو جاتی ہے دُشمنی اُن کی زبان سے اَور جو کچھ مخفی ہے اُن کے جی میں وہ اِس سے بہت زیادہ ہے، ہم نے بتادی تم کو نشانیاں اَگر تم کو عقل ہے۔ سن لو تم لوگ اُن سے دوستی رکھتے ہو اَور وہ تمہارے دوست نہیں اَور تم سب کتابوں کو مانتے ہو (اَور وہ تنگ نظر تمہاری کتاب کو نہیں مانتے) اَور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اَور جب اَکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر اُنگلیاں غصہ سے، آپ کہہ دیں مرو تم اپنے غصہ میں اللہ کو خوب معلوم ہیں دِلوں کی باتیں۔ اگر تم کو ملے کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے اُن کو اَور اَگر تم پر پہنچے کوئی برائی تو خوش ہوں اِس سے۔ اَور اَگر تم صبر کرو اَور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا اُن کے فریب سے بیشک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں مسلمانوں کو کفار کی بد باطنی سے خبردار کرتے ہوئے کتنی واضح اَور اہم ہدایات دی ہیں اَور بتلایا ہے کہ تم سے اُن کی نفرت اَزلی ہے اَور یہ کسی بھی مرحلہ پر تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے لٰہذا کسی معاملہ میں اُن کو اَپنا رَاز دار ہرگز مت بناؤ یہ ہر میدان میں خواہ وہ سیاسی ہو یا سفارتی ہو، معاشی ہو یا اِقتصادی ہو، زرعی یا صنعتی ہو، فوجی یا سائنسی ہو تمہیں آگے بڑھتا نہیں دیکھ سکتے اَخلاقی طور پر اِتنے گرے

ہوئے ہیں کہ ظاہر میں کچھ ہیں اَور باطن میں کچھ۔

فی الوقت تمام عالمِ اِسلام اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی ہدایات کو نظر اَنداز کیے ہوئے یہود و نصارٰی پر اِعتماد بھی کیے ہوئے ہیں اَور اپنے اہم رَاز بھی اُن سے نہیں چھپاتے جس کے نقصانات کا ہر خاص و عام مشاہدہ کر رہا ہے۔

اَمریکہ اَور نیٹو اِتحادی پاکستان کے گرد جس طرح عرصۂ حیات تنگ کر رہے ہیں اَور بے مروتی اَور شوخ چشمی کا جو اَنداز اِختیار کیے ہوئے ہیں اِس سے قرآنِ پاک میں بتلائی گئی اُن کی بد خصلتیں لفظ بلفظ سچی ثابت ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج پاکستان کی مغربی سرحدوں پر کفار کی فوجیں جمع ہو رہی ہیں جبکہ مشرقی سرحدیں تو ہمیشہ ہی سے غیر محفوظ چلی آ رہی تھیں۔ حالات تیزی سے سنگینی کی طرف بڑھ رہے ہیں عوام کو باخبر رکھنے کے بجائے بے خبر رکھا جا رہا ہے۔

ہونا یہ چاہیے کہ حکمران اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے کفار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر واضح مؤقف اِختیار کریں اَور عوام میں جذبۂ جہاد بیدار کرتے ہوئے رُجوع اِلی اللہ کی ترغیب دیں اَور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے کفار پر کیسے رُعب طاری ہوتا ہے اَور مسلمانوں کے اِیمانی جوش کے آگے کفار کے تیز و تُفَنگ بے کار ہو کر اُن کے عزائم کو کس طرح خاک میں مِلا دیتے ہیں۔

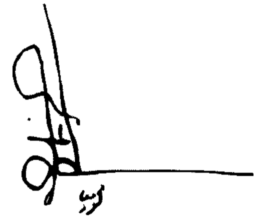

مولای صل وسلم دائما ابدا   درسِ حدیث   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِانتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اَور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے۔(آمین)

''صحت'' اَور ''فراغت'' اللہ کی نعمتیں ہیں۔ خوش طبعی فطری حق ہے
''عبادت'' بھی اپنی مرضی سے نہیں سنت کی روشنی میں کی جائے گی

﴿ تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 67 سائیڈ A 1987 - 04 - 05)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر اِنسان اِن کے بارے میں نقصان میں رہ جاتے ہیں۔ اِس لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنا چاہیے اَور جو نعمتیں اُس نے دی ہیں اُن کا حق بھی اَدا کرنا چاہیے تو شکر تو زبان سے دِل سے اَور حق اَدا کرنا جو ہے وہ اِطاعت کر کے کہ اللہ تعالیٰ کی اِطاعت کی جائے جو کام اُس نے بتلائے ہیں وہ کیے جائیں اَور جن سے منع کیا ہے رُکا جائے۔ اِنسان کی زندگی میں دو چیزیں خاص طور پر بڑی عجیب آتی ہیں کہ جن میں اِنسان کھو جاتا ہے مست ہو جاتا ہے۔

پہلی نعمت ''صحت'' :

ایک اُن میں سے ''صحت'' ہے، یہ جس کو حاصل ہو وہ چاہے رات بھر جاگ لے دِن بھر کام کرلے کوئی اَثر نہیں پڑتا اُسے، چاہے وہ وطن میں رہے یا سفر میں رہے کوئی اَثر نہیں پڑتا اُس کو، کھانے کے لیے مناسب ملے غذا نامناسب ملے سب برداشت ہو جاتی ہے وہ جانتا ہی نہیں کہ خفیف غذا کیا ہے ثقیل کیا ہے

اُسے دَرد ِسر بھی نہیں ہوا اَور ایسے لوگ ہیں کہ جو یہ کہتے ہیں کہ دَرد ِسر کیا چیز ہوتی ہے کیسے ہوتا ہے کبھی چکر ہی نہیں آئے اُنہیں پتہ ہی نہیں کہ چکر کیسے آتے ہیں تو حق تعالیٰ کی یہ نعمتیں ہیں جو اُس نے بخش رکھی ہیں اُس کو صحت دے دی اِتنی کہ وہ دَورانِ راس نہیں جانتا کہ کیا ہوتا ہے اُسے صحت دے دی اِتنی کہ جو مَا تَیَسَّرُ وہ کھالے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

اِس میں ایک کیفیت ہوتی ہے اِنسان پر مستی کی غفلت کی وہ خدا کی طرف نہیں آتا وہ کہتا ہے سب کچھ بس خود بخود ہے یا میں ہی ہوں ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف توجہ سے غفلت ہوتی ہے تو حق اِس (صحت) کا کیا ہے؟ حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائی جائے اُس کی اِطاعت میں یہ طاقت صرف کی جائے اَور صحابۂ کرامؓ میں یہ ذوق عام تھا۔

تلاوت روزے اپنی مرضی سے نہیں سنت کے مطابق رکھنے ہوتے ہیں :

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ شادی ہونے کے بعد بھی رات کو نہیں سوتے تھے پڑھتے رہتے تھے قرآنِ پاک جتنا نازل ہوا تھا وہ اُنہیں یاد تھا سارا ہی پڑھ لیتے تھے اَور دِن میں روزے سے رہتے تھے اَور ضعف یا کمزوری روزے سے بالکل نہیں محسوس کرتے تھے نہ رات کے جاگنے سے کوئی فرق محسوس کرتے تھے حتّٰی کہ اُن کے والدِ ماجد حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حالت بتلائی کہ اِس کی شادی ہوگئی ہے اَور یہ اِس طرح سے رہتا ہے بیوی کے حقوق نہیں اَدا کرتا اُس میں غفلت ہے، اُس سے اَخلاق سے بات کرنی یا وقت دینا اُس کو باتوں کے لیے وغیرہ وغیرہ وہ کچھ نہیں کرتا تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کو تمام چیزوں سے روکا ہے اَور قرآنِ پاک کو فرمایا کہ جو یاد ہے اُسے تیس حصوں میں بانٹ لو مہینہ بھر میں، اِنہوں نے اِصرار کیا اِتنا اِصرار کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر کار یہ اِجازت دے دی کہ چلو تین دن میں پڑھ لیا کرو، روزے منع فرمادِیے یہ فرمادیا کہ بس تَصُوْمُ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ ثَلَاثًا اَور اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا ہر مہینہ میں تین دِن روزے رکھ لیا کرو اَور نیکی جو ہے دس گُنی ہوتی ہے فَذٰلِکَ شَھْرٌ کُلُّهٗ سارے مہینے کا تمہیں ثواب مل جائے گا۔

اُنہوں نے اِصرار کیا اِتنا اِصرار کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا کہ اَچھا تم ایک دِن روزہ رکھو اَور ایک دِن نہ رکھا کرو تو اُنہوں نے کہا اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ میں اِس سے زیادہ اَفضل کام کرسکتا

ہوں تو اِرشاد فرمایا کہ نہیں لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ اِس سے اَفضل کوئی نہیں ہے تَصُوْمُ یَوْمًا وَتُفْطِرُ یَوْمًا وَذٰلِکَ صِیَامُ نَبِیِّ اللّٰہِ دَاوٗدَ یہ حضرت داو،د علیہ السلام کے روزے تھے وہ اِسی طرح رکھا کرتے تھے اَور کَانَ لَا یَفِرُّ اِذَا لَاقٰی[1] اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ . جب دُشمن سے مقابلہ ہوتا تھا تو جمتے بھی تھے مطلب یہ کہ یہ تمہاری صحتِ جسمانی کے لیے بھی ضروری ہے مقابلہ جسمانی طور پر بھی طاقت ہو تو کرو گے بالکل جان نہ رہے تو پھر کیسے کرو گے؟

تو آقائے نامدار ﷺ نے اُن کو روکا ہے حالانکہ وہ اپنے شباب، جوانی کو کام میں لا رہے تھے اِطاعت میں مگر اُس میں غلو تھا بہت زیادہ آگے بڑھ گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں منع فرمادیا کہ یہ نہیں، یہ فرمایا رات کو اگر جاگتے رہو گے تو نَفِھَتْ نَفْسُکَ وَغَارَتْ عَیْنُکَ آنکھیں بھی دھنس جائیں گی جان کمزور ہو جائی گی جسم کمزور ہو جائے گا وغیرہ ہدایات ۔تو اِنسان جوانی کو چاہے اِطاعت کے کام میں لے آئے اَور چاہے غفلت کے کام میں لے آئے۔

لفظِ ''جوانی'' کے بجائے ''صحت'' فرمانے کی حکمت :

اَور ''شباب'' کا ذکر نہیں فرمایا (اِس) حدیث میں کیونکہ بہت سے ایسے ہیں جو جوان ہوتے ہیں مگر بیمار ہوتے ہیں اَور بہت سے ایسے ہیں جو بڑی عمر کے ہو جاتے ہیں صحت ہوتی ہے تو صحت کا ذکر ہے اِس میں کہ صحت جب تک میسر ہے اَور بہت سے ایسے ملیں گے لوگ کہ جو جوانی بھر بیمار رہے اَور آخر میں ٹھیک ہو گئے اُن کی وہ بیماری جاتی رہی۔

تو ''صحت'' کا اِرشاد فرمایا یہ ایسی چیز ہے کہ یہ بچپن میں بھی ہو سکتی ہے جوانی میں بھی ہو سکتی ہے اَور اُس سے آگے کے حصوں میں بھی سب میں ہو سکتی ہے تو یہ جس کو میسر ہے اُس کو وہ کس چیز میں صرف کرے تو اُسے چاہیے کہ وہ خداوندِ قدوس کی اِطاعت میں رہے تو پھر نقصان نہیں ورنہ اِس دھوکے میں بہت سے لوگ نقصان میں رہ جاتے ہیں وہ موقع گزر جاتا ہے اَور بڑھاپے میں ہمت نہیں ہوتی۔ جوانی تو غفلت میں گزر جاتی ہے طاقت صحت غفلت میں گزر گئی اَور بعد میں جب بڑھاپا آیا ضعف آیا اُس وقت خدا کی یاد کی طرف لگتا ہے ذکرِ اِلٰہی کی طرف لگتا ہے چاہتا ہے کہ کرلے کچھ زیادہ کام اُس وقت اُس میں جان نہیں رہتی تو وہ خسارے میں

---

[1] بخاری شریف کتاب الصوم رقم الحدیث ۱۹۷۹

رہا نقصان میں رہا اگرچہ اِس نقصان کی تلافی بھی ہو جاتی ہے حدیث شریف میں بتائی گئی ہے کہ آدمی جب پچھتا تا ہے یا اِستغفار کرتا ہے تو وہ اُس کے لیے کفارہ ہو جاتی ہے لیکن یہ جب ہے کہ جب ہوش آجائے اُسے۔

مگر ہوتا تو یہ ہے جس حالت میں اُس نے جوانی کا یہ دَور گزارا اُس حالت کے بعد پھر سنبھلنے کا دَور کم آتا ہے اَور اُس کی بہت سی شکلیں نظر آجائیں گی آپ کو کہ ایک آدمی وہ ہے جو وقت نکال لیتا ہے خدا کے لیے وہ تو ٹھیک ہے عادت ہوگئی اُس کو اَور بعض ایسے ہوتے ہیں جو وقت نہیں نکالتے بعض بچوں میں، اِس میں، اُس میں لگے رہتے ہیں زیادہ دِل اُدھر رہتا ہے تو ایسے لوگوں کو جب اُن کے بچوں کے بچے ہو جاتے ہیں تو پھر اُن کی فکر لگی رہتی ہے اُن کی وجہ سے بے سکون رہتے ہیں اَولاد کی اَولاد اَور اَولاد دَر اَولاد اُس تک کا فکر اُنہیں سوار رہتا ہے اَور ذہن میں وہی چیز چھائی رہتی ہے کیونکہ اُنہوں نے اپنا رُخ بدلا نہیں، جو تھا اُن کا رُخ اُسی پر چلتے رہے اَور اُس تعلق کو بڑھاتے چلے گئے اَور بڑھاپے میں وہ تعلق تنگ کرتا ہے کیونکہ آدمی میں جان نہیں رہتی برداشت کی، صدمات کی، جھٹکوں کی تو ذرا سی بھی تکلیف کسی کو ہوتی ہے تو وہ بے چین ہو جاتا ہے اَور اُسی طرف ذہن لگا رہ جاتا ہے۔

تو اِنسان صحت کے دَوران اگر طبیعت اپنی ٹھیک کرلے رُخ ٹھیک بٹھالے تو وہ بہت بہتر ہے (کیونکہ وہ بچ گیا اَور) اُس نے نقصان نہیں اُٹھایا ورنہ تو مَغْبُوْنٌ فِیْہِ اُس میں اُس نے نقصان اُٹھایا بہت زیادہ اَور خدانخواستہ اگر توبہ اَور رُجوع الی اللہ کی توفیق نہ ہی ہو تو پھر تو گویا بہت ہی بڑا نقصان ہے کہ جو موقع تلافی کا تھا معاذ اللہ وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے اَور تلافی نہ کرسکا۔

دُوسری نعمت ''فراغت'' :

دُوسری چیز ہے ''فراغت'' اَور یہ فراغت ایسی چیز ہے کہ اِنسان تھوڑا سا کام کرتا ہے پیسے آجاتے ہیں ضرورت کے مطابق یا جتنا جی چاہتا ہے اُتنے آجاتے ہیں کام تھوڑا ہے وقت باقی ہے تو وہ وقت گزارتا ہے اِدھر اُدھر کے کاموں میں اہم کاموں کو چھوڑ کر وقت اِدھر اُدھر گزارتا ہے فراغت ہے نکل گیا دوستوں کے ساتھ ہوٹلوں میں رہا، غفلت کی جگہوں میں رہا، فلم دیکھتا رہا اِس طرح کی چیزوں میں وہ وقت گزار رہا ہے جو بچتا ہے اُس کو، یہ غلط ہے آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ جو فراغت اِسے میسر ہے، اِس کو اِس طرح ضائع نہ کرنا چاہیے اِسے آخرت کے کام میں لائے۔

دِلچسپی بھی آخرت بھی :

آخرت کے کام میں لانا فراغت کے اَوقات کو دلچسپی کے کاموں میں گزار کے بھی ممکن ہے کوئی اگر ورزش کرتا ہے ٹھیک ہے فراغت کے وقت کو کام میں لا رہا ہے وہ ورزش دَوڑ کے ہو بھاگ کے ہو تیر اَندازی سے ہو نشانہ بازی سے ہو یا کسی بھی طرح سے ہو وہ اپنے آپ کو تیار کرتا ہے جسمانی قوت ٹھیک رکھنے کے لیے کوشش کرتا ہے مقصد اُس کا یہ ہے کہ خدا کی راہ میں میری قوت کام آتی رہے تو اُس نے کوئی وقت ضائع نہیں جانے دیا وہ ٹھیک کام کر رہا ہے تو ایسی بھی چیزیں ہیں کہ جن میں اِنسان تفریح بھی کر سکتا ہے تو اُس قدر کی اِجازت ہے، عمر کے مناسب بھی اِجازت ہے کسی کی عمر چھوٹی ہے تو اُس کے لیے کھیل کود تک کی بالکل اِجازت ہے۔

شوق وتفریح کا خیال فرمانا :

آقائے نامدار ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اِجازت دی ہے جو اُن کے کھیل ہو سکتے تھے اُنکی عمر کے مناسب۔ اَور صحابۂ کرامؓ وہاں مشق کر رہے تھے ''گتکا'' کھیل کے یا کوئی اَور اِس طرح کا کھیل کھیل کے بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ تو خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا میں نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ بات تو یاد نہیں رہی باقی یہ پوچھا کہ چاہتی ہو دیکھنا تَشْتَهِيْنَا اَنْ تَنْظُرِیْ تو میں نے عرض کیا کہ جی اَور پھر وہ دیکھتی رہیں ذرا سی آڑ کر لی خَدِّیْ عَلٰی خَدِّہٖ [۱] پیچھے وہ رہیں آگے رسول اللہ ﷺ رہے تو محاذات ہوگئی ''خَدْ'' کی اَور وہ دیکھتی رہیں، رسول اللہ ﷺ اُن سے پوچھتے رہے جی نہیں بھرا؟ جی نہیں بھرا؟ جب اُنہوں نے کہا کہ ہاں [۲] میرا جی بھر گیا بس، تو پھر آپ نے روک دیا اِس کی بھی اِجازت ہے یہ نہیں ہے کہ بالکل آپ ایک طرف ہو کر بیٹھ جائیں تارک الدنیا ہو جائیں اِسی لیے تو کہتے ہیں کہ اتباعِ سنت اَصل چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے وہ ہر علاقے میں ہر عمر میں ہر جگہ چل سکتا ہے عین فطرت کے مناسب ہے۔

اَب یہ جو آقائے نامدار ﷺ نے اُن کو دِکھایا ہے اَور یہ کیا ہے تو یہ ایک سنت بتا دی آپ نے اَور یہ دِکھانا آپ کا یہ عبادت ہے کیونکہ فرض ہے وہ بھی، اِنسان کی فرحت اَور خوش کرنا یہ بھی فرض ہے ضرورت پوری کرنی فطرت کے مناسب وہ بھی فرض ہے۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے ایسی چیزیں کیں۔

---

[۱] میرا رُخسار آپ کے رُخسارِ مبارک سے لگا ہوا تھا۔ [۲] بخاری شریف کتاب الجہاد رقم الحدیث ۲۹۰۷

حضرت عائشہؓ کے ساتھ دَوڑ لگانا :

اَور مسندِ اَحمد میں ہے اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں وہ واقعے ہیں اُن کے کہ کسی جگہ تشریف لے گئے باہر تھے اَلگ جگہ تھی سفر میں وہاں دَوڑ لگائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں، بے پردگی تو نہیں تھی پردے ہی کے ساتھ۔ آپ وہاں خود جا کر دیکھیں وہ سارا جنگل ہی جنگل ہے کوئی پہاڑی علاقہ آجائے الگ ہو جائیں تو فاصلہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ آگے نکل گئیں پھر کسی اَور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے دَوڑ لگائی پھر آپ آگے نکل گئے تو آپ نے فرمایا کہ تِلْکَ بِتِلْکَ یہ جو ہے یہ اُس کا بدلہ ہو گیا تو یہ خوش طبعی ہوئی۔

اَور بچوں سے خوش طبعی فرماتے تھے یَااَبَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ اَلنُّغَیْرُ [1] وہ نُغْرِیُ نے تمہاری کیا کیا اُس کا ایک جانور تھا پال رکھا تھا اُنہوں نے وہ مر گیا تھا تو اُس کو آپ دریافت فرماتے ہیں کہ وہ کیا کیا۔

خوش طبعی فطری حق ہے :

تو بدن میں جو چیزیں اللہ نے رکھی ہیں اُن میں سے اگر بعض کو بالکل بند کر دو تو صحت پر اَثر پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ہنسا اِنسان کے لیے رکھا ہے خوش طبعی اِنسان کے لیے رکھی ہے اگر اِنسان اُس کو بالکل دبا دے گا تو صحت پر اَثر پڑے گا اَب اُس کی جائز حدود کیا ہیں وہ پتہ چلانا ہے تو سنت دیکھ لیں رسول اللہ ﷺ کی۔

ایک عورت آگئی بوڑھی تو آپ نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا بوڑھے جنت میں نہیں جائیں گے تو وہ رونے لگی پریشان ہوئی تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اُس کی تفسیر کی کہ جو جائے گا وہاں وہ جوان ہو کر جائے گا بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گا [2] اَب یہ خوش طبعی تھی اِس طرح کی خوش طبعیاں یہ جائز ہیں اَور یہ ضروریاتِ اِنسانی میں سے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اِس کو پیدا فرمایا تو اِس کے ساتھ اِس کی ضروریات لگا دیں اُن کی بالکل نفی کر دیں یہ نہیں ہو سکتا اَور جس نے نفی کرنی چاہی منع کر دیا تَبَتُّلُ [3] منع ہے اِخْتِصَاءُ [4] منع ہے کوئی نہیں کر سکتا، یہ چیزیں ایسی تھیں جو اللہ نے بنائی ہیں اَور اِنسان میں ہیں اَور اِنسان کو اِس کی بقاء کا اُس کی نگرانی کا اُس کے تحفظ کا وقت دیا گیا ہدایت بھی دی گئی۔

---

[1] بخاری شریف کتاب الادب رَقم الحدیث ۶۲۰۳ [2] مشکوۃ شریف ص ۴۱۶ [3] حقوق کی اَدائیگی سے جان چھڑا کر گوشہ نشینی یا صرف من پسند کاموں میں لگے رہنا [4] شادی کے لیے اپنے کو ناکارہ کرا لینا (IMPOTENT)۔

تو فراغت ایسی چیز ہے کہ اِس میں اِنسان لہب ولَعِبْ میں مصروف ہو جاتا ہے کہتا ہے شطرنج کھیل لیں تاش کھیل لیں اِسی طرح سے پھراَور تفریحی جگہوں پر چلا جاتا ہے وہاں سے پھراَور آگے نکل جاتا ہے پھراَور خرابیوں میں چلا جاتا ہے نشہ بازی میں چلا جاتا ہے شراب پینے لگتا ہے معائب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تو ایسی چیزیں ہیں یہ دونوں ہی کہ جسے میسر ہوں اُسے آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں کہ اُس کو اِن کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ یہ ضائع نہ جائیں اَور اِن کو غفلت میں نہ گزاریں **نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ** [۱] صحت اَور فراخی یہ دو نعمتیں ایسی ہیں اللہ کے اِنعامات میں سے ہیں یہ غفلت میں نہ گزارنی چاہییں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عملِ صالح کی توفیق دے اِتباعِ سنت کی توفیق دے اَور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محشور فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا.................

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

---

[۱] مشکوۃ شریف ص ۴۳۹

علمی مضامین سلسلہ نمبر۴۶

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

مرد کی دِیت کامل اَور عورت کی نصف ہوگی اِس کی حکمت؟

۳۰ راگست ۱۹۸۴ء کے ''مِلّی ایڈیشن نوائے وقت'' کے مطالعہ سے یوں اَندازہ ہوتا ہے کہ عورت کی دیت کے متعلق اَب تک جو ائمہ اَربعہ نے طے کیا تھا وہ صحیح نہیں تھا آج اگر اُس پر عمل کیا جائے تو بین الاقوامی سطح پر عالمی حقوق کے تناظر میں اِسلامی آئین کی بدنامی ہوگی۔

یہ دُوسری بات ہی اَصل چیز ہے جس کے لیے بعض اَذہان اِس طرف چل نکلتے ہیں کہ وہ اِسلام کے ثابت شدہ اُصول کو غیر ثابت قرار دینا سہل سمجھتے ہیں، یہ خود بخود ہی گھر میں بیٹھے شرمندگی اَور ندامت میں مبتلاء ہو جاتے ہیں کہ ترقی یافتہ دُنیا ہم پر ہنسے گی اِس لیے یہ بات نہ کرو۔

مگر کیا اِس سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں، وہ معترضین ایک بات چھوڑ کر کوئی سی اَور بات پکڑ لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ .

(پارہ ۱ سُورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۲)

''اَور ہرگز راضی نہ ہوں گے تم سے یہود اَور نہ نصارٰی جب تک تم اُن کے دین کے تابع نہ ہو۔''

ہمارے خیال میں اِس طرح کی شکست خوردگی کے بجائے جوابی دلائل سوچنی چاہییں اَحکامِ اِلٰہیہ کا فلسفہ تلاش کرنے پر اپنی قوت صرف کرنی چاہیے۔ اگر ہم ایسا کریں تو ترقی یافتہ دُنیا کو خاموش کر سکتے ہیں۔

مثلاً آپ آج کی ترقی یافتہ دُنیا سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ اُن کے مذہب یا مذہبی قانون یا غیر مذہبی قانون میں ایسے مصیبت زدہ خاندان کی مالی اِمداد کی کیا صورت ہے کہ جس کے اَفرادِ خانہ میں سے ایک عورت قتل ہو گئی ہو اَور قاتل کا کوئی پتہ نہ چل رہا ہو۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں مہذب دُنیا کے پاس تعزیتی بیان کے سوا اَور کچھ نہیں ہے لیکن اِسلام ایسی صورت میں حکم دیتا ہے کہ اُس کا خون رائیگاں نہیں جا سکتا۔ بیت المال (اسٹیٹ بنک) اُس کی دیت اَدا کرے گا۔

اَب سوال یہ ہوتا ہے کہ عورت سے بیت المال کو کیا ملتا تھا۔ جواب ہوگا ''کچھ نہیں'' کیونکہ اِسلام نے عورت کے ذمہ کمانا رکھا ہی نہیں اُس کا خرچ یا ماں باپ اَور ذی رحم محرم کے ذمہ ہے یا شوہر کے ذمہ بلکہ اِسلام نے گھر میں بھی عورت پر زیادہ مشقت نہیں ڈالی۔ اگر وہ یہ کہتی ہے کہ میں بچوں کی تربیت نہیں کر سکتی تو شوہر دُودھ پلانے والی '' مُرْضِعَۃٌ '' یعنی بچوں کو دُودھ پلانے والی عورت کا اِنتظام کرے گا بیوی کو مجبور نہیں کر سکتا۔

غرض بیت المال عورت سے کسی آمدنی کی توقع وابستہ نہیں رکھتا اَور اِسلام عورت کو طرح طرح کی سہولتیں دِلاتا ہے۔

وراثت میں بھی مرد سے نصف دلاتا ہے جبکہ مصارف خانہ داری اُس کے ذمہ نہیں ڈالتا۔

اگر عورت کماتی ہے تو اُس کی اپنی مرضی، اِنکم ٹیکس اِسلام میں نہیں ہے جو اُس سے لیا جائے نہ سیل ٹیکس ہے نہ ہاؤس ٹیکس سوائے اِس کے کہ اُس کے پاس عشری یا خراجی زمین ہو یا بہت جانور ہوں۔

لہٰذا اَگر کوئی عورت قتل ہو جاتی ہے اَور قاتل کا پتہ ہی نہیں چلتا تو ایسی صورت میں یا تو بیت المال اُس کے خون کو رائیگاں جانے دے یا کچھ نہ کچھ اُس کے وارِثوں کو دے پھر اَگر دیتا ہے تو کتنا دے۔ اِن سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ اُس کی مرد سے نصف دیت دے دی جائے گی۔

اَب غور کریں کہ اِسلامی قوانین کے تحت بیت المال کو عموماً مرد سے آمدنی ہوتی ہے عورت سے نہیں مگر پھر بھی قانون یہی رکھا گیا کہ جس سے آمدنی نہیں ہوتی اُس کی بھی دیت اَدا کی جائے اَور جس سے آمدنی ہوتی ہے اُس سے نصف اَدا کی جائے جو معقول رقم ہوگی تو اِنصاف سے غور کریں کہ اِسلام نے عورت کو اِس

طرح مرد سے کم درجہ دیا ہے یا مرد سے بھی بڑھا دیا ہے؟

مساوات :

اَور یہ بحث تو صرف ''دیت'' یعنی مالی بدل کے بارے میں ہے ''قصاص'' میں نہیں۔ وہاں جان کے بدلے جان برابر ہے۔ اگر قاتل مل جائے اَور عورت کے ورثہ قاتل کی طرف سے پیش کردہ دیت کی صورت قبول نہ کریں تو عورت کے بدلے اُسے قتل ہی کیا جائے گا اِس میں قطعی مساوات ہے۔ غریب بوڑھی بیمار عورت کے قاتل کو چاہے وہ کتنا ہی مال داراَور پہلوان ہو قصاص میں قتل ہی کیا جائے گا۔

حنفی مسلک تو یہ ہے کہ مقتول کے وارِثوں کو صرف قصاص (یعنی) خون کے بدلے خون ہی کے مطالبہ کا حق ہے اُنہیں یہ حق ہی نہیں کہ وہ قاتل سے دیت اَور رُوپیہ کا مطالبہ کریں یہ مطالبہ اَور پیشکش قاتل کرے گا عورت کے ورثہ کو چاہیے (یعنی اِختیار ہے) کہ وہ دیت منظور نہ کریں۔

دَراصل ہمیں ایسی باتوں کے جواب میں دُشواری اِس لیے پیش آتی ہے کہ ہم اِسلام کے کسی ایک قانون کو موجودہ غیر اِسلامی قوانین کے درمیان لا کر دیکھتے ہیں حالانکہ اِسلام کا ہر قانون اُس کے پورے اِقتصادی ڈھانچہ کا تصور کر کے دیکھنا چاہیے تب ہی اُس کی جامعیت نظر آسکتی ہے۔ موجودہ قوانین میں اِسلام کا ایک قانون شامل کر دینے سے اُس کی اَفادیت نظر نہیں آسکتی۔

ایک اِشکال یہ پیش کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں ''اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' یعنی جان کے بدلے جان عام ہے لٰہذا عورت اَور مرد کی دیت برابر ہونی چاہیے۔

حالانکہ یہ اِستدلال غلط ہے۔ اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ کا مطلب تو قصاص ہے نہ کہ دیت۔ کیونکہ بنونضیر کا یہودی قبیلہ دُوسرے یہودی قبیلہ بنوقریظہ کو اپنے سے کمتر سمجھتا تھا اَور بنوقریظہ کی دیت بنونضیر سے نصف ہوتی تھی اَور بنوقریضہ کے کسی آدمی کو بنونضیر کا کوئی آدمی قتل کر دیتا تھا تو قصاص نہیں لیا جاتا تھا صرف دیت ہی دی جاتی تھی اَور اگر بنوقریظہ کا کوئی آدمی بنونضیر کے آدمی کو قتل کر دیتا تھا تو وہ ایک کے بدلے ایک ورنہ دو یا زائد قُرظیوں کو قتل کرتے تھے۔ اُن کا یہ رواج حکمِ توراۃ کے خلاف تھا۔ یہ بالکل ایسے ہی تھا جیسے آج بھی یہ طریقہ ہمارے ملک میں صوبہ سرحد کے آزاد قبائل میں (اَور بزنجو صاحب [1] نے بتلایا کہ) بلوچستان کے آزاد قبائل میں موجود ہے۔

---

[1] غوث بخش بزنجو : عبدالولی خان کی پارٹی کے مرکزی عہدے دار اَور سابق گورنر بلوچستان

جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے اَور آپ نے زِنا کے کیس میں رجم کی سزا دی تو بنو قریظہ نے اپنے ایک قتل کے کیس میں بھی آپ سے فیصلہ چاہا۔ آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ قرظی شخص کا خون نضیری کے خون کے برابر ہے۔ یہ سن کر بنو نضیر بگڑ گئے، کہنے لگے کہ ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے ہم اپنا قاعدہ ہی قائم رکھیں گے۔ اِس پر یہ آیت مذکورہ بالا اُتری اَور یہ آیت بھی کہ

اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ .

(پارہ ٦ سُورۃ المائدہ آیت نمبر ٥٠)

'' کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اَور یقین کرنے والوں کے واسطے اللہ سے بہتر حکم کرنے والا کون ہے۔''

آپ یہ سارا رکوع آیت نمبر ۴۴ سے آیت نمبر ۵۰ تک پڑھیں تو حکم جاہلیت کی مراد واضح طرح سمجھ میں آجائے گی اُن لوگوں کے اِس رواج کا ثبوت تاریخ میں بھی ہے اَور تفسیر کی کتابوں میں بھی۔ اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں وَرُبَمَا لَمْ یَرْضَوْا اِلَّا بِعَدَدٍ یَّقْتُلُوْنَہٗ کبھی کبھی کئی کئی آدمیوں کے قتل پر راضی ہوا کرتے تھے۔ (احکام القرآن جلد۱ ص ۲۶۹)

نیز ملاحظہ ہو تفسیر دُرِ منثور (ص ۲۸۸ ج ۲ و ص ۲۹۰ ج ۲) للامام السیوطیؒ تفسیر رُوح المعانی ص ۱۵٦ ج ٦ تفسیر قرطبی ص ۱۸۷ ج ٦ و ص ۱۹۲ ج ٦ و ص ۲۱۴ وغیرہ کیونکہ یہی مضمون تفسیر کی ہر کتاب میں موجود ہے لہٰذا ''اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' کو عام قرار دے کر یہ اِستدلال کرنا کہ عورت مرد کی دیت برابر ہے اَور یہ کہنا کہ زمانہ جاہلیت میں عورت کی دیت آدھی ہوتی تھی خلافِ واقع اَور تفسیر بالرائے ہے۔

اَور ''اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' کو عام معنٰی پر ہی میں اگر آپ سمجھتے ہیں تو اِس میں مسلمان اَور کافر بھی برابر ماننے پڑیں گے کیونکہ جیسے مسلمان نفس ہے ویسے کافر بھی نفس ہے۔ لیکن ایسا کر نہیں سکتے لامحالہ اِس عموم میں تخصیص و اِستثناء لائیں گے۔ لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ اگر کوئی کافر دارُ الحرب سے (مثلاً لڑائی کے دِنوں میں یا سفارتخانے بند ہوجانے کے بعد) کوئی ہندو پاکستان میں داخل ہوگا تو چونکہ وہ بغیر اِجازت واَمان (ویزا) لیے داخل ہوا اَور اُسے مسلمان سپاہی گولی مار کر ہلاک کردے تو کسی عالم اَور اِمام کے نزدیک کوئی جرمانہ نہ ہوگا لیکن آپ کے قاعدہ ''اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' کے تحت اِس مسلمان سپاہی کو ماردینا آپ کے طرزِ فکر و قیاس کی رُو سے

ضروری ٹھہرے گا۔ اَور اگر نہیں تو کیوں؟ آپ کس دلیل سے کہیں گے کہ سپاہی کو نہ مارا جائے جبکہ آپ کے بقول ''اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' کا حکم عام ہے۔ اپنے بیان کردہ قاعدہ اَور دَلیل کے باوجود آپ بھی ایسا کر نہیں سکتے لامحالہ اِس عموم میں تخصیص و اِستثناء لائیں گے لہٰذا یہ دعوی کہ اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ بالکل عموم پر محمول ہے خود غلط ہو جائے گا۔

☆ قرآن پاک تفسیر اَور حدیث کی تشریح میں اپنی رائے کا اِستعمال بھی قواعد ہی کے تحت ہو سکتا ہے، بے قاعدہ اَور جو دِل میں آئے وہ تفسیر یا تشریح نہیں کی جا سکتی۔

ایک قاعدہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں جو علماء، مفتی اَور قاضی حضرات تھے اُن کی طرف سب سے پہلے رُجوع کرنا لازمی ہے کیونکہ اُن کے سامنے قرآن پاک اُترا وہ اِس کی سب سے اہم غرض کے سب سے زیادہ واقف تھے اَور ناسخ و منسوخ کے بھی۔ اگر ہم اِس قاعدے کی پابندی نہ کریں تو بڑی بڑی اُلجھنوں میں پڑ جائیں گے مثلاً قرآنِ پاک میں حکم ہے وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (پارہ ۳ سُورہ بقرہ آیت ۲۸۲) جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بناؤ اگر ہر وقت اِس پر عمل کیا جائے تو دُشواری ہوگی اِس کی تفسیر صحابہ کرام نے یہ نہیں سمجھی بلکہ اِس اَمر خاص سے بھی اِستثناء ثابت ہے۔

اِبراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ مَنْ رَاحَ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ (جو جمعہ کے لیے جائے تو اُس پر غسل واجب ہے) میں حکم وجوب کے لیے نہیں ہے جیسے آیت مذکورہ بالا میں (بخاری ص ۱۴۱ ج ۱) حالانکہ ''اَمر'' خاص کی قسم میں داخل ہے عام میں نہیں۔ اِس لیے لفظ عام کے عموم سے اِستدلال ہی کو سرے سے ضعیف قرار دیا گیا ہے جیسے ''اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' کے عموم سے آج اِستدلال کیا جا رہا ہے۔

☆ ایک اِستدلال اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَؤُ دِمَائُهُمْ (مسلمانوں کے خون برابر ہیں) سے کیا جا رہا ہے اور اِس کے حل کے لیے لغت کے صفحات نقل کیے جا رہے ہیں حالانکہ اِس حدیث کے راوی حضرت علیؓ ہیں اَور وہ عورت کی نصف دیت کے قائل ہیں۔ یہ حدیث اُن کے پاس صحیفہ میں تھی اَور یہ صحیفہ حضرت عمرو بن حزم کے نام والا نامہ سے بہت زیادہ اہم تھا کیونکہ یہ پہلے تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس اُن کی تلوار میں رہا پھر حضرت عمر کے پاس رہا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پاس رہا جیسے ترمذی شریف میں ہے۔

اَور اِسی سے حنفی مسلک میں مسائل زکوۃ لیے گئے ہیں۔ اِس صحیفہ کے بارے میں حضرت علیؓ کے برابر

کسی کا علم نہیں ہو سکتا مگر وہ عورت کی نصف دیت کے قائل ہیں اَور دیت کے مسائل حضرت عمرؓ کے دَور سے بعد تک پیش آتے رہے ہیں اَور حضرت علیؓ اِن پر گفتگو فرماتے رہے ہیں (ملاحظہ ہو **بیھقی باب من العاقلة التی تغرم** ص ۱۰۷ ج ۸) بلکہ حضرت علیؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں یمن میں دیت کا ایک فیصلہ دیا تھا جسے جنابِ رسول اللہ ﷺ نے سن کر برقرار رکھا۔ (ملاحظہ ہو بیہقی ص ۱۱۱ ج ۸)

☆ حضرت عمرو بن حزم کے نام والا نامہ میں **فِی النَّفْسِ الدِّیَةُ مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ** ہے جیسے کہ نسائی میں ہے لیکن آگے چل کر جہاں تفصیل ذکر فرمائی گئی ہے وہاں **دِیَةُ الْمَرْأَةِ عَلَی النِّصْفِ مِنْ دِیَةِ الرَّجُلِ** تحریر فرمایا ہے جیسا کہ مغنی کے حوالہ سے آگے آنے والا ہے۔ (المغنی ص ۷۹۷ ج ہفتم)

حضرت عمر، عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متفقہ فیصلوں سے بھی صحیفہ حضرت علی اَور والا نامہ بنام حضرت عمرو بن حزم کا مضمون ایک ہونا ہی ثابت ہوتا ہے ورنہ اِبن عُلیہ اَور حاتم اَصم اِس کا حوالہ دیتے اَور اُن کا قول "شاذ" نہ کہلاتا۔

☆ اِس اِنٹرویو میں یہ کمی نظر آئی ہے کہ اُصولِ قانونِ اِسلام میں سے "تعامل" کو بالکل نظر اَنداز کر دیا گیا ہے۔ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو تعامل اہل مدینہ کو حدیثِ صحیح سے بڑا درجہ دیتے تھے مثلاً حدیث ثبوت رفع یدین عن ابن عمرؓ کی روایت بھی نقل فرماتے ہیں جو بخاری شریف میں ہے لیکن یہ بھی فرماتے ہیں رفع یدین کو میں جانتا ہی نہیں **لَا اَعْرِفُ** جیسے کہ اُن کے مسلک کی عظیم کتاب **المدونة الکبری** میں ہے۔ ص ۶۸ ج ۱

اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **مَا اَجْمَعَ عَلَیْهِ الْحَرَمَانِ** (حرم مکہ اَور حرم مدینہ کے علماء جس مسئلہ پر متفق ہوں) کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے ایک مستقل باب صحیح بخاری میں رکھا ہے اَور جابجا تابعین کرامؒ کے ایسے اَقوال موجود ہیں کہ ہم نے اپنے سے پہلے علماء کو یوں کرتے دیکھا ہے ہاتھی دانت کے اِستعمال کے بارے میں ہے **قَالَ الزُّهْرِیُّ اَدْرَکْتُ نَاسًا مِّنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ ... الخ** (بخاری ص ۳۷ ج ۱) حضرت زُہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سے پہلے علماء کو اِسے اِستعمال کرتے دیکھا ہے **قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَیْنَا اُنَاسًا مُّنْذُ اَدْرَکْنَا..... الخ** حضرت قاسمؒ نے فرمایا کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے لوگوں کو وتر نماز اِس طرح پڑھتے دیکھا ہے۔ (بخاری ص ۱۳۵ ج ۱)

وَقَالَ الشَّافِعِیُّ وَهٰکَذَا اَدْرَکْتُ بِبَلَدِنَا بِمَکَّةَ اِمام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے شہر مکہ

میں یہی کرتے پایا ہے کہ وہ بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ (ترمذی ص ۹۹ ج ۱)

غرض یہ ہے کہ تَعَامُلِ بَلَدْ یعنی کسی شہر کے علماء کا کسی مسئلہ پر متفق ہو جانا یا اِس سے زیادہ درجہ کا تعامل کہ بہت سے شہروں یا پوری مملکت کے علماء کا متفق ہو جانا کسی مسئلہ کے ثبوت کے لیے حدیثِ صحیح سے بھی بڑے درجہ کی دلیل مانا گیا ہے۔ یہ اِجماع ہی کی ایک شکل ہے۔

تعامل نہیں بلکہ اِجماع :

اِمام مالک اَور اہلِ مدینہ اَور اِمام اَحمدؒ عورت کے لیے ایک تہائی اَور پھر نصف دیت کے قائل ہیں نصف سے نہیں بڑھتے اَور علماء عراقؔ اَور اِمامؔ اعظمؒ اَور اُن کے اَساتذہ نخعیؔ ، شعبیؔ وغیرہ اَور اِمام شافعیؒ جن کا آخری دَور مصر میں گزرا ہے نصف دیت کے قائل ہیں۔ چاروں ائمہ میں نصف سے زیادہ کا کوئی قائل نہیں یہ اِجماعِ اُمت نہیں تو اَور کیا ہے۔ اَور اِس فیصلہ کا ثبوت حضرت عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے ہے۔

روایاتِ ائمہ کرام :

☆ اِبراہیم نخعیؒ اَور شعبیؒ کی روایت کے بارے میں یہ عرض ہے کہ اِبراہیم نخعیؒ اَور حضرت شعبیؒ کوفہ کے رہنے والے ہیں اِبراہیمؒ سے حضرت حمادؒ نے اَور اُن سے اِمام اعظم اَبوحنیفہؒ نے پڑھا ہے اَور شعبیؒ سے بھی اِمام اعظمؒ نے پڑھا ہے۔ شعبیؒ اِبراہیمؒ سے بہت بڑے تھے (پیدائش ۱۷ھ) اِبراہیم اُن سے عمر میں بہت چھوٹے تھے (پیدائش ۵۰ھ کے قریب) لیکن بڑھاپے کی عمر سے پہلے ہی ۹۵ھ میں وفات پا گئے۔ شعبیؒ اُن کی وفات کے بعد تک حیات رہے حتی کہ اِمام اعظمؒ نے اُن سے پڑھا۔ یہ اِمام اعظمؒ کے سب سے بڑے درجہ کے اُستاذ ہیں۔ اُنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو پایا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ص ۸۱ ج ۱)

اِبراہیمؒ اَور شعبیؒ دونوں حضرات قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ قاضی شریحؒ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے مگر صحابی نہ تھے۔ اُنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے بھی اُنہیں اُسی عہدے پر برقرار رکھا۔ ۷۸ھ یا ۸۰ھ میں اِن کی وفات ہوئی، ایک سو بیس سال عمر پائی، وفات سے ایک سال قبل حجاج بن یوسف کو اِستعفٰی دے دیا تھا۔ اِنہوں نے حضرت عمر حضرت علی اَور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی علم حاصل کیا اَور رَوایات لیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۵۹ ج ۱)

اِس تمہید کے بعد عرض ہے کہ اِبراہیم نخعیؒ کی حضرت عمر اَور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے سند متصل تو یہ بھی ہے جو مصنف اِبن اَبی شیبہ میں مذکور ہے : جَرِیْرٌ عَنْ مُغِیْرَۃَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ شُرَیْحٍ کہ شریح نے فرمایا کہ میرے پاس عروۂ بارقی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے اُن کا والا نامہ لائے کہ '' سِنّ'' اَور '' مُوْضِحَۃْ'' میں عورت مرد کی دیت برابر ہے اَور اِس سے اُوپر جو پیش آئے تو اُس میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوگی۔ (مصنف اِبن اَبی شیبہ ص ۴۰۰ جلد۳)

☆ شعبیؒ روایت کرتے ہیں کہ قاضی شریح سے ھِشَامُ بْنُ ھُبَیْرَۃَ نے دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب میں یہ قانون لکھا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوگی چھوٹی بڑی ہر قسم کی جنایت میں یہی حکم ہے۔ پھر اُنہوں نے حضرت ابن مسعود اَور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے اَقوال بھی لکھ دیے۔ (مصنف ص ۴۰۰ ج۳) یہ بھی سند صحیح ہے۔

☆ مُسْنَدِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ میں اِبراہیم نخعیؒ کی سندِ صحیح موجود ہے۔

اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ تَسْتَوِیْ جَرَاحَاتُ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِی السِّنِّ وَالْمُوْضِحَۃِ وَمَاکَانَ مِمَّا سِوٰی ذٰلِکَ فَالنِّسَاءُ عَلَی النِّصْفِ مِنْ جَرَاحَاتِ الرِّجَالِ .

(جامع المَسانید ص ۱۸۰ ج ۲)

اَور اَعمش سے اِبراہیم نخعیؒ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے اَور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان واسطہ کا نام لے دُوں تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عبداللہؓ کی روایت بس اِسی اُستاد سے مجھے پہنچی ہے اَور جب میں یہ کہوں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ فرمایا ہے اَور درمیان کے واسطے کا نام نہ لوں تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اِبن مسعودؓ کی یہ روایت متعدد اَساتذہ سے سنی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۷۷ ج۱)

اِن کے بیان کردہ اِس اُصول کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے کہ مسند اَبی حنیفہ کی روایت کی سند متصل ہے اَور اِبراہیم نخعیؒ نے متعدد اَساتذہ سے جو اِبن مسعودؓ کے شاگرد تھے سنی ہے اِسی لیے اِمام شافعیؒ نے اِبراہیم نخعیؒ کی روایت سے جو بظاہر مرسَل ہے اِستدلال کیا ہے کیونکہ وہ متصل ہے ورنہ وہ مرسَل کو منقطع کی طرح قابل اِستدلال نہیں سمجھتے پھر قَالَ الشَّافِعِیُّ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ... الخ لکھ کر اُنہوں

نے **کِتَابُ الْحُجَّۃُ** کا پورا باب نقل فرمایا ہے۔ پھر اہلِ مدینہ کے مسلک پر اُن کی روایت پر **ھِیَ السُّنَّۃُ** کے جملہ پر بحث فرمائی ہے۔ اپنا تردد ظاہر فرمایا ہے پھر آخر میں یہ رائے دی ہے کہ اہلِ مدینہ کی دلیل حضرت زیدؓ سے اِتنے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی جتنی کہ اہلِ عراق کی دلیل حضرت علیؓ سے، اِس لیے اُنہوں نے اِسی مسلکِ حنفی کو اِختیار فرمالیا **وَلَا یَثْبُتُ عَنْ زَیْدٍ کَثُبُوْتِہٖ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ** **(کتاب الام ص ۳۱۲ ج ۷)**

غرض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دَور میں یہ مسئلہ کہ مرد کی نصف دیت سے زیادہ عورت کی دیت نہیں ہوسکتی ایسا معروف اَور مسلّم تھا کہ اِس پر پوری سلطنت اِسلامیہ میں کسی صحابی نے کوئی اعتراض نہیں کیا نہ اُس کے ماننے میں تامل کیا جیسے کہ اِنہیں سب ہی کو یہ مسئلہ پہلے سے معلوم ہی تھا۔

☆ مُسند اِمام شافعیؒ میں ایک جگہ مدنی، مکی اَور شامی ائمہ تابعین کا بیان ہے کہ اُنہوں نے صحابہ کرامؓ کا یہی مسلک پایا ہے :

" اَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی عَنِ ابْنِ شَھَابٍ وَعَنْ مَّکْحُوْلٍ وَعَطَاءٍ قَالُوْا اَدْرَکْنَا النَّاسَ عَلٰی اَنَّ دِیَۃَ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ ﷺ .... اَلْحَدِیْثُ. "

"یعنی اِبن شہاب مدنی مکحول شامی اَور عطاء مکی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے سے پہلے حضرات کو یہی فرماتے سنا ہے کہ مسلمان آزاد مرد کی دیت جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ...."

اِس حدیث میں مرد و عورت کی دیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سِکّہ سے معین فرمائی ہے اَور عورت کی دیت مرد سے نصف مقرر کی ہے اَور محمد بن نصر مروزیؒ نے یہی مضمون سند صحیح سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے فرمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل لکھ کر بھیجا۔ (کتاب السنۃ لابن نصر ص ۶۳)

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کی دیت مرد سے نصف اَدا کرنے کا فیصلہ فرمایا اَور چونکہ اِسے حرم شریف میں قتل کیا گیا تھا (یہ عورت ایک مجمع میں دَب گئی تھیں) اِس لیے تغلیظ (دیت شدید کرنے) کے لیے ایک ثلث اَور بڑھا کر آٹھ ہزار دِرہم اَدا کرائی اِس کی سند یہ ہے :

شَافِعِیُّ سُفْیَانُ ابْنُ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ اَبِیْہِ (کتاب الام ص ۳۰۸ ج ۷)

☆ اہلِ مدینہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل پیرا رہے وہ عورت کی دیت ایک تہائی مانتے تھے اگر زیادہ نقصان ہوا ہو تو نصف تک مانتے تھے۔ حضرت سعید بن مسیّبؒ نے فرمایا ھِیَ السُّنَّۃُ یہی سنت ہے۔ یہ روایات بسندِ صحیح ہے۔ (مصنف ابن اَبی شیبہ ص ۱۰۷ ج ۳)

☆ مُصنف عبدالرزاق میں یہ روایت متعدد صحیح سندوں سے موجود ہے۔

(ملاحظہ ہو : ص ۳۹۴ و ص ۳۹۵ ج ۹)

ربیعہ اُستاذ اِمام مالکؒ نے حضرت سعید سے پوچھا کہ عورت کی ایک اُنگلی کی دیت کتنی ہے اُنہوں نے کہا دس اُونٹ، پوچھا دو اُنگلیوں کی دیت کتنی ہے؟ کہا بیس اُونٹ، پوچھا اُس کی تین اُنگلیوں کی دیت کتنی ہے کہا تیس اُونٹ، پوچھا چار اُنگلیوں کی دیت کتنی ہے؟ کہا بیس اُونٹ۔ ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جب اُس کی مصیبت بڑھ گئی زخم میں اَور شدت آگئی تو دیت کیونکر کم ہوگئی۔ وہ دریافت کرنے لگے کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا کہ یا تو مجھے جاہل سمجھ لیجیے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے یا عالم سمجھ لیجیے جو مسئلہ کی تحقیق کرنی چاہتا ہے تو اُنہوں نے کہا اَلسُّنَّۃُ یَاابْنَ اَخِیْ ''میرے بھتیجے! سنت ہے''۔ اُن کے اِس جواب کے بعد ربیعہؒ نے بھی یہی مسلک اِختیار کرلیا پھر اِن کے شاگرد اِمام مالکؒ نے بھی۔

حضرت سعید بن مسیّبؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے (آغاز کو) دو سال گزرے تھے کہ پیدا ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِرشادات اِنہوں نے سنے تھے اُنہیں خطبہ دیتے ہوئے سنا تھا۔ حضرت عثمان حضرت سعد بن اَبی وقاص، حضرت عائشہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت اَبو ہریرہ اَور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات لی ہیں۔ حضرت اَبو ہریرہ کے داماد تھے اُن کا یہ فرمادینا کہ یہی سنت ہے بڑا وزن رکھتا ہے۔ اِمام اَحمدؒ نے فرمایا ہے مُرْسَلَاتِ سَعِیْدٌ صحیح ہیں۔ (اَور خود اِمام اَحمدؒ نے بھی یہی مسلک اِختیار کیا ہے) وہ خود فرماتے تھے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ اَور اَبو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کا علم میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے سب سے زیادہ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ بھی اُن سے اپنے اِشکالات لکھ کر حل کرتے رہتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۵۴ ج ۱)

اِمام مالکؒ بہرحال اپنے اَسلافِ مدینہ کے اِسی فیصلے کو مانتے ہیں کیونکہ اِبن شہابؔ زہری (مدنی)

اَور عروۃ بن الزبیر (مدنی) بھی اِسی کے قائل تھے اَور یہی فتوی زید بن ثابت اَور ابن عباس کا تھا رضی اللہ عنہم۔ (المُنتقٰی (باجی) ص ۸۷ ج ۷)

یہ سب روایات جن میں ایک تہائی اَور پھر زیادہ سے زیادہ نقصان پر بڑھ کر نصف تک عورت کی دیت کا ہوجانا مذکور ہے اہلِ مدینہ کی دلیلیں ہیں لیکن نصف سے زیادہ دیت نہ ہونا یہ سب مانتے ہیں اِس پر سب کا اِتفاق ہے اِمام اَعظم ہوں یا اِمام مالک اِمام شافعی ہوں یا اِمام احمد رحمہم اللہ۔ یہ تو روایات کا تذکرہ تھا۔

اَقوال وفتاوٰی اَئمہ کرامؒ :

اَب ائمہ کرام رحمہم اللہ کے اَقوال وفتاوی بھی ملاحظہ ہوں۔ اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اِرشاد ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی وَبِذٰلِکَ نَأْخُذُ (کتاب الاصل ص ۴۵۲ ج ۴)

کتاب الآثار میں روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اِرشاد کہ ہر چیز میں عورت کی دیت مرد سے نصف ہے زیادہ پسند ہے اَور یہی اَبوحنیفہ کا قول ہے وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ (کتاب الآثار ص ۱۰۱۔ کتاب الحجہ ص ۲۷۶ ج ۴)

وہ مزید تحریر فرماتے ہیں: فَقَدِ اجْتَمَعَ عُمَرُ وَعَلِیٌّ عَلٰی ھٰذَا فَلَیْسَ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّوْخَذَ بِغَیْرِہٖ حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما اِس پر متفق ہیں تو اِس کے سوا اَور کوئی قول نہ لینا چاہیے۔ (کتاب الحجہ ص ۲۸۴ ج ۴) یہ حنفی ائمہ کرامؒ کے اَقوال ہیں۔

اِمام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

دِیَۃُ الْمَرْأَۃِ وَجَرَاحُھَا عَلَی النِّصْفِ مِنْ دِیَۃِ الرَّجُلِ فِیْمَا قَلَّ اَوْ کَثُرَ.

(مختصر المُزنی ص ۲۴۶)

''عورت کی دیت اَور اُس کے زخموں کی دیت مرد سے نصف ہوگی زخم کم ہوں یا زیادہ۔''

اِمام مالک رحمہ اللہ کا اِرشاد اُن کی کتاب موطا میں موجود ہے۔ اَور موطا کی شرح المنتقی کے حوالہ سے اَبھی اِس کا ذکر ہو چکا ہے۔

حنبلی مسلک یہی ہے جو اِمام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔

اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک چوتھی صدی میں پھیلنا شروع ہوا ہے اِس سے پہلے دُنیائے اِسلام میں حنفیؒ ، مالکیؒ ،شافعیؒ مسلک ہی رائج تھے جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔حنبلی مسلک کے عالم اِبن قدامہ لکھتے ہیں : مَسْأَلَة : قَالَ (وَدِيَةُ الْحُرَّةِ الْمُسْلِمَةِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ).... الخ

اِبنؒ منذر اُور اِبنؒ عبدالبر کہتے ہیں تمام اہلِ علم کا اِجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ اِن حضرات کے علاوہ اُور عالموں نے ابن عُلَیۃ اُور اَصم سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مومن کی جان کے سو اُونٹ ہوں گے۔'' اُور یہ قول شاذ ہے جو اِجماعِ صحابہ اُور سنت نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف ہے کیونکہ حضرت عمرو بن حزم کے نام والا نامہ میں تحریر فرمایا گیا ہے : وَدِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ عورت کی دیت مرد سے نصف ہوگی۔ اُور یہ خاص ہے اُور جس سے وہ اِستدلال کرتے ہیں وہ عام ہے (اُور عام پر خاص کو ترجیح دی جاتی ہے)۔

اُور یہ دونوں ایک ہی گرامی نامہ میں ہیں لہٰذا جو رَوایت ہم لے رہے ہیں وہ اُن کی دلیل کے جملوں کی تفسیر ہے اُور اُس کے حکمِ عام کی مخصص ہے۔ اِبن قدامہ کی یہ عبارت قادری صاحب کا جواب ہے۔

اِس کے بعد ثلث اُور پھر نصف تک (نصف سے آگے نہ بڑھنے پر) اِستدلال کرتے ہوئے اِبن قدامہ لکھتے ہیں کہ

> ''یہ (فیصلہ اُور قاعدہ) حضرت عمرؓ، اِبن عمرؓ، زید بن ثابت سے منقول ہے یہی سعید بن المسیب، عمر بن عبدالعزیز، عروۃ بن الزبیر، زہری، قتادہ، اعرج، ربیعہ اُور (اُن کے شاگرد) اِمام مالکؒ فرماتے ہیں اُور یہی مدینہ شریف کے فقہاءِ سبعہ کا اُور جمہور علماءِ مدینہ کا قول ہے۔''
>
> (فقہائے سبعہ سب تابعین تھے اُور مدینہ شریف میں تھے)

پھر حنفی اُور شافعی مسلک کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے اِس کے قائل حضرات کے نام لیے ہیں :

> ''حضرت علی، حضرت حسنؒ بصری، ابن سیرینؒ، ثوریؒ، لیثؒ، ابنؒ اَبی لیلیٰ، ابن شبرمہؒ، اَبو حنیفہؒ اُور اُن کے تلامذہ اُور اَبو ثورؒ، شافعیؒ اُور ابنؒ منذر۔'' (المغنی ص ۷۹۷ ج ہفتم)

اُنہوں نے پھر عمرو بن شعیب کی روایت نقل کی اُور اُس سے اِستدلال کے لیے یہ وجہ بیان کی کہ

بہرحال یہ حدیث ہے اِس لیے علماء کی رائے اَور قیاس پر مقدم ہوگی اَور حضرت سعید بن المسیبؒ کی روایت سنن سعید بن منصور میں ہے پھر اُنہوں نے اِس پر اِجماعِ صحابہ تحریر کیا ہے۔(المُغنی ص۷۹۸ ج ہفتم)

اَور اِس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کی دیت نصف سے زیادہ نہ ہونے پر صحابہ کرامؓ کا اِجماع ہے اِس میں کسی صحابی کا اِختلاف نہیں۔

کتبِ حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے بھی روایات ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ سے بیہقی میں اَور عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ نسائی میں اَور اِن روایات کو مجتہدین نے قیاس اَور رائے پر ترجیح دی ہے۔

اِنٹرویو میں کہا گیا ہے کہ حاتم اَصم اَور اِبن عُلیہ کے قول شاذ پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن آپ ہی سوچ لیں کہ خلفائے راشدین کے فیصلے جن پر کسی صحابی نے اِختلاف ہی نہیں کیا جن پر اُس دَور سے خلافت عثمانیہ ترکیہ کے خاتمہ تک تیرہ سو تیس سال عمل جاری رہا ہے جن پر ائمہ اَربعہ کی تصریحات موجود ہیں اَور اِن پر اِجماعِ اُمت چلا آرہا ہے چھوڑ کر قول شاذ پر عمل کرنا دین کہلائے گا یا بے دینی؟ اِجتہاد جائز ہے مگر اُصول کے تحت ہوگا۔ خلفائے راشدین عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کی پابندی عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ کے تحت سب پر ضروری ہے اِس کے مقابلہ میں بعد کے کسی عالم کے قول شاذ پر چلنا اِجتہاد نہیں گمراہی ہوگا۔

اِمام اَوزاعیؒ نے فرمایا کہ جو علماء کے نادِر اَقوال پر چلنا اِختیار کرے گا وہ اِسلام سے نکل جائے گا۔ مَنْ اَخَذَ بِنَوَادِرِ الْعُلَمَاءِ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ . (تذکرة الحفاظ ص۱۸۰ ج۱)

اللہ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

حامد میاں غفرلہٗ

جامعہ مدنیہ لاہور

۹ر ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ / ۶ ستمبر ۱۹۸۴ء

قسط : ۱۷

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی ؒ کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ؒ بجنوری ﴾
فاضل دارُالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنی ؒ

❁ ❁ ❁

صبر و تحمل ۱ :

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ فَیُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسَبِ دِیْنِہٖ فَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُہٗ .(سنن ابن ماجه کتاب الفتن رقم الحدیث ۴۰۲۳)

''رسول خدا ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کن لوگوں کو بلا اَور مصائب میں زیادہ مبتلا کیا جاتا ہے۔فرمایا اَنبیاء کو پھر حسبِ مراتب لہٰذا جو آدمی دین میں زیادہ پختہ ہوگا اُتنا ہی اُس کو زیادہ آزمایا جائے گا اَور جو جتنا کچا ہوگا اُتنا ہی کم آزمایا جائے گا۔'' ۲

یہ حدیث دینداری اَور خدا پرستی اَور مقامِ ولایت کے لیے کسوٹی ہے بغیر اِس اِمتحان میں کامیابی حاصل کیے تقربِ خداوندی حاصل کرنا ممکن نہیں۔ایک صحابی نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتا ہوں تو اِرشاد فرمایا بلا اَور مصیبت کی چادر کو اَوڑھ لو۔

اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت ﷺ کا اِرشاد نقل کرتے ہیں :

وَاِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِنْ صَبَرَ اِجْتَبَاہُ فَاِنْ رَضِیَ اِصْطَفَاہُ . الحدیث (اِحیاء العلوم ص ۲۳۴ ج ۴)

---

۱ اے اللہ ہمارے لیے ایسے حالات نہ پیدا فرما جس میں صبر و تحمل کی ضرورت پیش آئے بلکہ آسانی مرحمت فرما ہم آسانی کے طلبگار ہیں۔ ۲ اے اللہ ہمارے صبر کو نہ آزما بلکہ رحمت اَور کرم پر نظر رکھ،ہم تیری آزمائش کے قابل نہیں ہماری تھوڑی سی دینداری صرف تیرے کرم کے سہارے ہے۔

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اُس کو مصائب میں مبتلاء کرتے ہیں پس اگر وہ صابر رہا تو اُس کو منتخب کر لیتے ہیں اَور اگر اُس پر رضامندی ظاہر کی تو مقرب بنا لیتے ہیں۔'' ۱؎

لیکن صبر سے مراد ہمارا جیسا صبر نہیں بلکہ صبر وہ ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے :

مَنْ اُصِیْبَ بِمُصِیْبَةٍ بِمَالِہٖ اَوْ فِیْ نَفْسِہٖ وَکَتَمَھَا وَلَمْ یَشْکُھَا اِلَی النَّاسِ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَّغْفِرَ لَہٗ.(المعجم الاوسط رقم الحدیث ۷۳۷)

''جو آدمی مال یا جان کی مصیبت میں مبتلاء کیا گیا پس اُس نے اُس کو چھپایا اَور لوگوں سے رونا نہیں رویا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اُس کی مغفرت فرمادے۔''

معلوم ہوا کہ صبر اَور تحمل وہی محمود ہے جس میں اِظہار اَور شکوہ و شکایت نہ ہو، صبر و تحمل کا یہ معیار معلوم ہونے کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ کے صبر و تحمل کو ملاحظہ فرمائیے :

دُنیا جانتی ہے کہ جنگ ِ آزادی میں آپ کو کتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن آج تک کسی سے نہیں سنا کہ مصائب کا شکوہ تو دَرکنار اُن کا اِظہار بھی کیا ہو بلکہ اُن پر اِظہارِ رضامندی فرمایا چنانچہ نقشِ حیات میں تحریر فرماتے ہیں :

''اِس کے بعد کراچی کے مشہور جلسہ میں حاضر ہونا پڑا جس میں کراچی کا تاریخی مقدمہ چلا اَور دو سال قید بامشقت کی عزت مجھے اَور مولانا محمد علی مرحوم اَور مولانا شوکت علی وغیرہ میرے ساتھیوں کو حاصل ہوئی۔'' (نقشِ حیات ج ۲ ص ۲۷۳)

یہی صبر و تحمل ہے جس کو اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اِحیاء العلوم کی مذکورہ حدیث سے ظاہر کیا ہے۔

حضرتؒ کا مقامِ صبر و تحمل بیان کرنے کے لیے صرف اِتنا ہی عرض کر دینا کافی تھا لیکن چند واقعات اَور اُن کے اَجزاء پر روشنی ڈالے دیتا ہوں، ملاحظہ فرمائیے۔

اَسارتِ مالٹا، کراچی، مراد آباد، مظفر نگر اَور نینی جیل، آلہ آباد کی سختیوں کے علاوہ وہ اِیذائیں نہایت لرزہ خیز اَور رُوح فرسا ہیں جو آپ کو اپنے ہم وطنوں اَور اپنے ہم مذہبوں کے ہاتھوں پہنچی ہیں چنانچہ مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ حیات شیخ الاسلامؒ میں راقم ہیں :

۱؎ اے اللہ ہمیں بغیر آزمائش میں مبتلا کیے اپنا مقرب بنالے، آمین۔

''سید پور اَور بھاگل پور میں جس نوعیت سے حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارُ العلوم دیو بند وصدر جمعیۃ علماء ہند کی ذاتِ بابرکات پر قاتلانہ اَور وحشیانہ حملے ہوئے وہ ہر سنجیدہ شخص کے لیے اِنتہائی رَنج وقلق کا موجب ہیں۔ حضرت مولانا ریاض الدین صاحب سید پوری جو کہ حضرت شیخ مدظلہٗ کے میزبان اَور سید پور لانے کا باعث تھے وہ کلکتہ تشریف لائے ہوئے تھے، موصوف نے راقم الحروف کو نماز جمعہ سے قبل نمازیانِ مسجد کولوٹولہ کی موجودگی میں اپنی دَرد بھری داستان سنائی کہ حضرت مدنی صاحب اپنے خادم احسان الحق صاحب مرحوم کی تعزیت میں قصبہ سونا تشریف لائے ہوئے تھے اَور میری درخواست پر شام کا کھانا تناول فرمانے کے لیے سید پور اِسٹیشن پر اُترے تھے۔ اَور اَفسوس کہ ممدوح کو میرے غریب خانہ تک پہنچنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ دفعتًا تقریبًا سات سولوگوں کا اَنبوہ لیگی نعرے لگاتا ہوا اِسٹیشن پر آدھمکا اَور حضرت شیخ کو عریاں دَشنام دہی شروع کردی، ہاتھوں میں لاٹھیاں، ڈنڈے اَور چھریاں تھیں، بے تمیزی سے نام لے کر قتل کر ڈالو، مار ڈالو، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو، یہ غدار ہے ایسا ہے ویسا ہے جو کچھ منہ پر آرہا تھا بکواس کی، ہم برائے اِستقبال صرف دس پندرہ آدمی تھے اَور اُن لوگوں میں برابر ناقوس پر ناقوس بجانے پر زیادتی ہو رہی تھی چنانچہ دیکھتے دیکھتے تقریبًا تین ہزار غنڈے سید پور وَرکشاب اَور مضافات سے جمع ہوگئے اَور پھر کربلا کا منظر ''حسین احمد بن حسین'' کے سامنے آگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

مار دھاڑ شروع کردی اَور ہم چند لوگ جو شیخ مدظلہٗ کو حلقہ میں لیے ہوئے تھے کچھ مجروح اَور کچھ مضروب ہو رہے تھے اَور خدا جانے ہم لوگوں میں آیا فرشتے آگئے تھے یا کیا بات تھی کہ بے اِنتہا قوت ہمارے اَندر پیدا ہو رہی تھی اَور ہم کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ بنے ہوئے تھے۔

اِسی اَثنا میں ایک فرعون بے سامان نے اپنی فرعونیت کا شدید ترین مظاہرہ کیا، مدنی صاحب کو زمین پر پچھاڑنے کی کوشش کی اَور بے دَردی سے گریبان اَور آخر میں سخت

مدافعت کے باوجود کلاہ سرِ مبارک سے اُتار لی، بے ہودہ کلمات بکتے ہوئے پاؤں سے رَوندا اَور اُس کو جلا دیا ہم میں سے بعض اَشخاص نے ایک مسلمان سب اِنسپکٹر کو جو قریب ہی تھا اِمداد کے لیے متوجہ کیا مگر اَفسوس اُس نے لیگی ذہنیت کی وجہ سے اِبتدًا لطائف الحیل سے کام لے کر کچھ دیر بعد صاف وصریح اِنکار کر دیا کہ میں اِس بڑے مجمع کو قابو میں لانے سے معذور ہوں۔

جب اُس پولیس آفیسر نے اپنی شرعی اَور قانونی ذمہ داری کا قطعی احساس نہیں کیا تو ہم میں سے بعض مایوسانہ طریقہ پر وَرکشاپ کے اِنگلو اِنڈین آفیسر کے پاس پہنچے وہ فورًا اِسٹیشن پر آیا اَور فی الواقع اَمن واَمان قائم کرنے کی بہت کچھ کوشش کی اپنے ماتحت مزدوروں سے یہاں تک کہا کہ خبردار! یہ تم کیا کرتے ہو۔ ہم جانتے ہیں یہ شخص تمہارا بہت بڑا اپوپ ہے زبردست پادری ہے نہایت نیک آدمی ہے، کیا تم اِسی طرح غنڈا پن سے شراب پی پی کر پاکستان لینا چاہتے ہو، دُور ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ، تمہارے منہ سے شراب کی بو آتی ہے، غرض اُس آفیسر نے سب کو سمجھایا کچھ اَثر نہ ہوا۔ اَور مدنی صاحبؒ اِسی درمیان میں بمشکلِ تمام ویٹنگ رُوم میں داخل کیے جانے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح مظلومانہ محصور تھے۔

اِس ناکامی کے بعد اِسٹیشن اَفسران وغیرہ کی سعی کے ذریعہ یہ طے پایا کہ مولانا کو اِس صورت میں چھوڑا جا سکتا ہے کہ یہ اِسی شب دَارجلنگ میل سے واپس ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت شیخ ساڑھے آٹھ بجے شام سے لے کر ڈیڑھ بجے شب تک پانچ گھنٹے اِس مصیبتِ عظمٰی میں مبتلا رہ کر دَارجلنگ میل سے بھاگلپور کے لیے روانہ ہو گئے پھر بھاگلپور پہنچ کر دوبارہ جو مصیبت آئی وہ بھی اَخبارات میں مجملاً آ گئی ہے۔ (ص ۲۳۴)

اَب اِس واقعہ کے اَجزا پر نظر ڈالیے اَور غور کیجیے یہ اِیذا رسانی کس قسم کی ہے، دُنیا میں اَولیاء اللہ اَور مجاہدین فی سبیل اللہ کو بڑے بڑے شدائد کا مقابلہ کرنا پڑا ہے بعض ایسے بھی ہوئے کہ جن کو توپ کے دَھانے پر اُڑا دیا گیا، بعض کو چومیخا کر کے مارا گیا لیکن حضرتؒ کی تکلیفات جس شان کی ہیں اُس کی مثالیں شاذ ونادر ہی

دستیاب ہوں گی۔ غزوہ اُحد کی طرف ذہن کو منتقل کیجیے آنحضرت ﷺ کو جب سینکڑوں کفار نے نرغے میں لے لیا تھا اَور جان سے مارنے کی کوشش کرنی شروع کردی تھی اُس وقت آپ کے ساتھ حفاظت کے لیے کتنے آدمی تھے۔ اِمام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے :

لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ وَوَلَّی النَّاسُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ نَاحِیَۃٍ فِیْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا .

''جنگِ اُحد میں جب مسلمان ہزیمت کھا کر بھاگنے لگے تو آپ صرف بارہ آدمیوں کے درمیان میں تھے۔''

علاوہ اَزیں اِسی طرح غزوہ حنین کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے :

اِسی طرح واقعہ شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ اپنے گھر میں مظلومانہ محصور ہیں، واقعی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا وہ اِرشاد (حضرت رحمۃ اللہ کے بارے میں) کہ آپ کو عثمانی نسبت حاصل [1] ہے گویا ایک پیشنگوئی تھی اَور ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ اُحد کے وقت کیا فرمایا تھا۔

کَیْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِیَّھُمْ .

''وہ قوم کس طرح فلاح پاسکتی ہے کہ جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا ہو۔''

یہاں حضرت رحمہ اللہ کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے :

''یہ تو کچھ بھی حالت نہیں آیندہ ملک کی اِس سے زیادہ خراب حالت ہونے والی ہے'' [2]

چنانچہ تاریخ شاہد ہے اَور ہر ہندوستانی جانتا ہے کہ ملک کی کیا حالت ہوئی یہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی کرامت ہے پاکستان کی موجودہ حالت ملاحظہ فرمائیے کہ کیسی غنڈہ گردی اَور وَزارتی بحران ہے، بھلا وہ ملک کیا ترقی کر سکتا ہے کہ جس کی بنیاد حضرت شیخ رحمہ اللہ کی عزت ریزی پر قائم ہوئی ہو۔ پھر جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زمانہ محاصرت میں اِجازت لی گئی کہ آپ محاصرین کی سرکوبی کے لیے فوج کو حکم دیجیے تو آپ نے اِنکار کردیا۔

---

[1] نقش حیات [2] یاد رہے جس نے خدا کے نیک بندوں کو ستایا یا اَور اُن کی اِہانت کی یقینًا تباہی اَور ذِلت اُس کا اِستقبال کرے گی اَور جس نے اُن کا اِکرام کیا اُس کو عزت اَور سرفرازی حاصل ہوگی۔ حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ اَور حضرت مولانا اِلیاس رحمہ اللہ کی زندگیوں کے نمونے ہمارے سامنے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ سے سید پور کے واقعہ کے وقت بعض لوگوں نے اِجازت طلب کی کہ جس کو حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب نے اپنے رسالہ حیات شیخ الاسلامؒ میں اِس طرح بیان کیا ہے :

''حملوں اَور شب وشتم کے وقت حضرت شیخ کی کیا حالت تھی؟ مولانا ریاض الدین صاحب فرماتے ہیں کہ چہرہ پر قطعاً خوف وہراس نہ تھا اَور مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر مراقبہ کی حالت میں ہوجاتے تھے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت ممدوح سے دیگر اَشخاص نے تحریری طور پر اِجازت طلب کی کہ ہم غنڈوں کے قلع قمع کے لیے حاضر ہیں مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بلوہ کے اَندیشہ اَور اپنے اعتماد علی اللہ کی بنا پر اِجازت نہیں دی۔ (حیات شیخ الاسلامؒ ص ۲۳۵)

ملاحظہ فرمائیے حضرتؒ کے واقعات، حالات اَور قول وفعل کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اَور آنحضرت ﷺ کے حالات وواقعات سے کس قدر مشابہت ہے، میرا منشا اِس سے یہ نہیں کہ (نعوذ باللہ منہا) کہیں آپؒ صحابہ کرامؓ کے مرتبے کے تھے توبہ توبہ! اُمت کا بڑے سے بڑا وَلی اَور قطب بھی صحابہ کرامؓ کے گرد کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں کسی ولی اللہ کا صحابہ کرامؓ اَور آنحضرت ﷺ کی خوبو، اَخلاق وعادات اِختیار کرنا پھر من جانب اللہ اِس کے لیے اِس قسم کے حالات اَور واقعات مہیا ہوجانا کہ جس قسم کے حالات اَور واقعات سے صحابہ کرامؓ اَور حضور ﷺ کو سابقہ پڑ چکا ہے، واقعی اِس ولی اللہ اَور بندۂ خدا کے علوِّ مراتب پر ایک کھلی دَلیل ہے کہ جس کو کسی دُوسری دلیل کی اِحتیاج نہیں۔

اِیذائیں اَور مصیبتیں وہی ہستی برداشت کرسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں مدہوش ہو۔

اِنَّ الْمَحَبَّةَ لِلرَّحْمٰنِ سُکْرِیْ هَلْ رَأَیْتَ الْمُحِبَّ غَیْرَ سُکْرَانٖ

''اللہ تعالیٰ کی محبت نے مجھے مدہوش کردیا ہے اَور کوئی محبّ بغیر مدہوشی کے نہیں دیکھا گیا۔''

اِس کا نام ہے صبر وتحمل۔ اَندازہ لگائیے کہ حضرتؒ کتنے اُونچے مقام کے اِنسان تھے، علاوہ اَزیں چند واقعات اَور ملاحظہ فرمائیے مولانا نجم الدین صاحب اِصلاحی مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلامؒ میں تحریر فرماتے ہیں :

''مولانا احمد علی صاحب لاہوری (رحمہ اللہ) کے صاحبزادے مولوی حبیب اللہ صاحب

دورۂ حدیث شریف میں شریک تھے کسی گستاخ نے ایک رُقعہ بھیجا جس کا جواب اِمامِ عصر (حضرت شیخ الاسلامؒ) نے دُوسری نشست میں نہایت نرم اَور شائستگی سے دیا اَور فرمایا کسی دوست نے مجھ کو رُقعہ لکھا ہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے۔ تمام مجلس میں ہیجان برپا ہوگیا اَور ہر طالبِ علم غیض وغضب میں بھر گیا آپ نے فرمایا خبردار کسی کو غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرا حق ہے کہ میں اِس کی تسلی کردُوں، فرمایا: میں ضلع فیصل آباد قصبہ ٹانڈہ محلّہ الہ دَاد پور کا رہنے والا ہوں اِس وقت بھی میرے والد کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں۔ خط بھیج کر یا جا کر سمجھ لیا جائے......الخ۔'' (مکتوبات شیخ الاسلامؒ ص۴۲)

ملاحظہ فرمایئے حد ہے تحمل و برداشت کی، خدا کی قسم اِس قسم کی نظیریں صحابہ کرامؓ اَور اَصحاب خیر القرون کے علاوہ اَور لوگوں کے یہاں ملنی نہایت دُشوار ہیں۔

جس وقت آپ آخری حج کے لیے تشریف لائے تو ایک دِن بعد ظہر کے مہمان خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مظفرنگر سے ایک ڈاکٹر صاحب تشریف لائے، جب کافی دیر اُنہیں بیٹھے ہوئے ہوگئی تو اُنہوں نے اپنی طرف حضرت کو متوجہ کیا چنانچہ حضرت نے فورًا ہی داڑھی کے سلسلے میں ٹوکا اَور نصیحت فرمائی (حضرت کی عادت تھی کہ جب کوئی داڑھی منڈا آپ سے مصافحہ کرتا یا کوئی مقصد ظاہر کرتا تب ہی ٹوکتے تھے، اُس نے نہایت اُونچی آواز سے کہا: مولانا! آپ کو کیا معلوم کہ ہم کو کس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں اَور آئے ہیں کہ اِس داڑھی کے نہ ہونے سے جان بچی ہے، بس یہ کہہ کر چل دیا، حضرت نے فرمایا کہاں جاتے ہیں کھجوریں اَور آبِ زمزم تو لے جایئے اَور فورًا ہی باصرار ہر دو چیز عنایت فرمائیں۔ ملاحظہ فرمایئے کوئی معمولی ظرف کا اِنسان ہوتا تو فورًا ہی جوتے مار کر مکان سے نکلوا دیتا۔

حضرت مولانا اَبوالحسن علی صاحب ندوی نے مکتوبات جلد ثانی کے مقدمہ میں ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے :

''(حضرت نے) جمعہ کی نماز ایک جامع مسجد میں پڑھی۔ خطیب صاحب حضراتِ دیوبند کی تکفیر کرنے والوں میں تھے۔ اُنہوں نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر بعض بزرگوں کے متعلق بہت کچھ کہا مولانا سنتوں سے فارغ ہو کر خاموش بیٹھے تھے نماز ہوئی خاموش تشریف لے آئے۔ سفر کے آخر تک کبھی بھول کر بھی خطیب صاحب کا تذکرہ نہیں کیا۔''

ٹانڈہ کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کے موقع پر حضرت کا ایک مرید جناب قاری اَصغر علی صاحب کے پاس پہنچا اَور قاری صاحب سے جا کر عرض کیا کہ حضرت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ غلط پڑھتے ہیں۔ قاری صاحب نے غصہ سے فرمایا کہ تم کیسے مرید ہو کہ پیر پر اعتراض کرتے ہو اَور سوال کیا کہ کیا تم نے شاطبیہ اَور سراج القاری رائیہ وغیرہ کتابیں پڑھیں ہیں، اُس نے عرض کیا نہیں، تب قاری صاحب نے فرمایا کہ تم کیوں اعتراض کرتے ہو۔

قِصّہ مختصر کہ قاری صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ آپ قرآن شریف غلط پڑھتے ہیں تو حضرت نے عشاء کی نماز کے بعد فرمایا کہ بھائی میں نے کسی قاری سے باقاعدہ نہیں پڑھا ہے میں کوئی قاری نہیں ہوں اَلبتہ میں قرآن شریف حرمین شرفین کی قراءت کے طرز پر پڑھتا ہوں۔

قابلِ غور یہ اَمر ہے کہ کوئی معمولی آدمی ہوتا تو اِس پر بڑھک اُٹھتا اَور پوری خانقاہ کو مارے غصہ کے سر پر اُٹھا لیتا اَور سی آئی ڈی مقرر کر دیتا کہ معترض کو تلاش کر کے قرارِ واقعی سزا دی جائے۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

قسط : ۲، آخری

ڈاکٹر ذاکر نائیک کے بارے میں

دَارُالعلوم دیوبند کا فتویٰ

(3) اَحادیثِ نبویہ سے ناواقفیت :

ذخیرۂ اَحادیث سے ناواقفیت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے بہت سی جگہوں پر صحیح اَحادیث کے خلاف مسائل بتلائے نیز کتنے ہی مقامات پر کسی مسئلے پر متعدد اَحادیث ہونے کے باوجود یہ کہہ ڈالا کہ اِس باب میں کوئی دلیل نہیں، ذیل میں ڈاکٹر صاحب کی اَحادیث سے جہالت یا دَانستہ چشم پوشی کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(الف) عورتوں کے لیے حالتِ حیض میں قرآن پڑھنے کا جواز :

ایک پروگرام ''گفتگو'' میں عورتوں کے خاص اَیام کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں :

''قرآن وحدیث میں نماز کی رُخصت ہے لیکن کسی حدیث میں نہیں کہ وہ قرآن نہیں پڑھ سکتی۔''

حالانکہ ترمذی شریف میں صریح حدیث ہے :

لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ

''یعنی جنبی اَور حائضہ قرآن نہ پڑھیں۔''

آپ غور کیجئے کہ ڈاکٹر صاحب نے صحیح وصریح حدیث کے موجود ہونے کے باوجود دعویٰ ہمہ دانی کرتے ہوئے اِس کا اِنکار کردیا۔

(ب) خون سے وضو ٹوٹنے پر اَحناف کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے :

ڈاکٹر صاحب ایک تقریر میں خون سے وضو ٹوٹنے اَور نہ ٹوٹنے کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں :

''بعض علمائے کرام خصوصاً فقہ حنفی سے متعلق علمائے کرام کے خیال میں خون بہنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، نماز کے دوران خون بہہ جانے کی صورت میں کس کو کیا کرنا چاہیے؟ اِس سوال کے جواب میں اُن کا فتویٰ (اَحناف کا فتوی) بہت طویل ہے تاہم اُن کے اِس نقطہ نظر کی تائید میں بظاہر کوئی ثبوت نہیں ہے۔'' (حقیقتِ ذاکر نائیک ص ۲۱۴)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب نے فقہ حنفی سے متعلق علماء پر اِلزام لگا دیا کہ وہ بلاثبوت وضوٹوٹنے کی بات کہتے ہیں حالانکہ خون سے وضوٹوٹنے کے سلسلے میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں، نیز صحابہ کرام کا تعامل بھی اِسی پر رہا، ذیل میں چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں :

(۱) أَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ : جَاءَ تْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِیْ حُبَیْشٍ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلاأَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ :لا، إِنَّمَا ذٰلِکِ عِرْقٌ وَلَیْسَتْ بِالْحَیْضَةِ ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَیْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِیْ عَنْکِ الدَّمَ قَالَ هِشَامٌ: قَالَ أَبي ثُمَّ تَوَضَّئِیْ لِکُلِّ صَلَاةٍ حَتّٰی یَجِیئَ ذٰلِکَ الْوَقْتُ.

(۲) اِذَا رَعُفَ أَحَدُکُمْ فِيْ صَلَاتِہٖ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَغْسِلْ عَنْہُ الدَّمَ ثُمَّ لُیُعِدْ وُضُوْئَہٗ وَیَسْتَقْبِل صَلَا تَہٗ .(دارقطنی)

''دورانِ نماز اگر کسی کی نکسیر پھوٹ جائے تو اُسے چاہیے کہ خون کو دھولے اَور وضو دوہرائے۔''

(۳) عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ : اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ.

(اخرجه ابن عدي فی الکامل.نصب الرایة للإمام الزیلعي ج ۱ ص ۳۷)

''خون بہنے سے وضولازم ہوجاتا ہے۔''

یہ اَور اِن کے علاوہ بہت سی روایات کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے اپنی ناواقفیت کا اِظہار نہ کرکے مجتہدانہ دعویٰ کردیا کہ بظاہر خون سے وضوٹوٹنے پر کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(ج) مرد و عورت کی نماز میں فرق کرنا جائز نہیں :

ایک دُوسری جگہ ڈاکٹر صاحب مرد اَور عورت کی نماز میں فرق کے سلسلے میں فرماتے ہیں :

''کہیں بھی ایک صحیح و مستند حدیث نہیں ملتی جس میں عورت کے لیے مرد سے علیحدہ طریقے کے مطابق نماز اَدا کرنے کا حکم ہو، اِس کے بجائے صحیح بخاری کی روایت ہے، حضرت اُم دَرداءؓ روایت کرتی ہیں کہ اَلتحیات میں عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنے کا حکم ہے۔''

یہاں ڈاکٹر صاحب نے دو باتیں سراسر غلط کہی ہیں :

(i) نماز میں مرد و عورت کے درمیان فرق کے سلسلے میں کوئی حدیث نہیں۔

(ii) حضور ﷺ نے عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنے کا حکم دیا۔

ڈاکٹر صاحب نے پہلی بات کہہ کر اُن تمام اَحادیث کا اِنکار کر دیا جن میں مردوں اَور عورتوں کی نماز کے درمیان فرق کا بیان موجود ہے، ذیل میں چند روایتیں ذکر کی جاتی ہیں :

(۱) اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ: يَااَيُّهَاالنَّاسُ ! مَالَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ ،أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ، اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ

(بخاری شریف رقم الحدیث: ۶۸۴)

(۲) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَاوَائِلَ بْنَ حُجْرٍ! إِذَاصَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَاحِذَاءَ ثَدَيَيْهَا. (المعجم الكبير للطبرانی)

(۳) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِیْ حَبِيْبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ : إِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ إِلَى الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِيْ ذٰلِكَ كَالرَّجُلِ .

(اخرجه اَبو داوٗد مرسلًا والبيهقي موصولًا)

(۴) سُئِلَ بْنُ عُمَرَ كَيْفَ كُنَّ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ثُمَّ أُمِرْنَ اَنْ يَّتَحَفَّزْنَ.(جامع المسانيد والسنن)

اِن روایات میں مردوں اَور عورتوں کی نماز میں مختلف طرح کے فرق کا ذکر ہے۔ اِن کے علاوہ اَور بھی حدیثیں ہیں جو اِس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں تفصیل سے دیکھی جاسکتی ہیں اَور جہاں تک دُوسری بات یعنی بخاری شریف میں عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنے سے متعلق حکم نبوی کی بات، تو یہ ایک غلط اِنتساب ہے، حضرت اُم دَرداء رضی اللہ عنہا کی جس روایت کا ڈاکٹر صاحب نے حوالہ دیا ہے، اُس کے اِلفاظ یہ ہیں :

وَکَانَتْ اُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِیْ صَلَا تِھَا جِلْسَۃَ الرَّجُلِ وَکَانَتْ فَقِیْھَۃً .

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۱۴)

اِس میں کہیں بھی حضور علیہ السلام کے قول وفعل کا ذکر نہیں ہے بلکہ ایک صحابیہ کا عمل ہے جس کا ذکر کرکے اِمام بخاریؒ نے اِشارہ بھی کردیا کہ وہ خود فقیہہ تھیں وہ اپنے اِجتہاد سے ایسا کرتی تھیں، نیز اِمام بخاریؒ نے اِسے تعلیقاً ذکر کیا ہے، سند ذکر نہیں کی ہے۔

4- ائمہ مجتہدین کے اِتباع سے فرار اَور مسائلِ فقہیہ میں سوادِ اَعظم کی راہ سے نمایاں اِنحراف :

ڈاکٹر صاحب اپنی تحریرات اَور تقریرات کی روشنی میں کسی اِمام کے متبع معلوم نہیں ہوتے بلکہ اِباحیت، جدت پسندی نیز غیر مقلدیت اَور لامذہبیت کے شکار ہیں، صرف یہی نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کسی متعین اِمام کی تقلید نہیں کرتے بلکہ ائمہ کی تقلید کرنے والے مخلص عوام کو عدمِ تقلید کی روِش اَپنانے کی تعلیم دیتے ہیں اَور اپنے بیان کردہ مسائل میں کہیں کسی اِمام کا قول واِستنباط کردہ حکم اپنی طرف منسوب کرکے نقل کرتے ہیں اَور کہیں خود مجتہدانہ اَنداز پر مسئلے بیان کرنے لگتے ہیں جبکہ اِن مسائل کو نقل کرنے میں اُس متعین اِمام کا نام لینا چاہیے جنہوں نے اِس مسئلہ کا اِستنباط کیا ہے تاکہ سننے والے کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ قرآن وسنت سے صرف یہی ثابت ہے اِس کے علاوہ جو دُوسری باتیں لوگوں کے عمل میں ہیں چاہے وہ قرآن وحدیث سے ثابت اَور ائمہ مجتہدین کا قول کیوں نہ ہو غلط ہیں، ذیل کی مثالوں سے مذکورہ باتوں کا بخوبی اَندازہ ہوجائے گا، ملاحظہ فرمائیں :

(الف) بِلا وضو قرآن چھونا جائز ہے :

ڈاکٹر صاحب ایک جگہ کہتے ہیں : ''بِلا وضو قرآن کریم چھونے کی اِجازت ہونی چاہیے....الخ۔''

حالانکہ ڈاکٹر صاحب کا یہ قول آیت کریمہ **لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ** نیز تمام ائمہ مجتہدین کے خلاف ہے۔

(ب) خطبۂ جمعہ عربی زبان کے بجائے مقامی زبان میں ہونا چاہیے :

ایک موقع پر خطبہ جمعہ سے متعلق ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں :

''میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں جمعہ کا خطبہ مقامی علاقائی اَور مادری زبانوں میں دِیے جانے کا اہتمام کیا جائے تا کہ.......الخ۔''

حالانکہ حضور علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک خطبۂ جمعہ عربی زبان میں دینے پر توارث چلا آرہا ہے، آج ڈاکٹر صاحب یہ دعوت دے رہے ہیں کہ خطبہ مقامی زبان میں ہونا چاہیے تاکہ لوگ سمجھ سکیں، جبکہ یہ مصلحت (غیر عربی جاننے والوں کا سمجھنا) حضور علیہ السلام کے زمانے میں بھی موجود تھی اِس لیے کہ حضور علیہ السلام کے خطبے میں عرب کے علاوہ عجم کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے لیکن حضور علیہ السلام نے ہمیشہ عربی زبان میں خطبہ دیا کسی دُوسری زبان میں خطبہ نہیں دِلوایا اَور نہ ہی بعد میں اِس کا ترجمہ کروایا، اِسی طرح صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اَور اُنکے متبعین عرب سے نکل کر عجم میں گئے، مشرق و مغرب میں اِسلام پھیلایا لیکن ہر جگہ ہمیشہ خطبۂ جمعہ عربی میں ہی دیا حالانکہ اِن حضرات کو تبلیغ دین کی ضرورت آج سے زیادہ تھی جبکہ بعض صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم عجمیوں کی زبان خوب جانتے تھے لیکن پھر بھی خطبۂ جمعہ عربی ہی میں دیا کرتے تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خلفائے راشدین صحابہ کرام اَور تابعین عظام کے تعامل و مواظبت اَور ساری اُمت کا توارُث اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ خطبہ عربی زبان ہی میں ضروری ہے یہاں تک کہ اِمام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی صحت کیلیے خطبہ کا عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اگرچہ پورا مجمع عجمیوں کا ہو عربی کوئی نہ جانتا ہو اَور اگر عربی میں خطبہ پڑھنے والا مجمع میں کوئی نہ ہو تو لوگوں پر ظہر کی اَدائیگی لازم ہوگی جمعہ ساقط ہو جائیگا۔

وَلَوْ کَانَ الْجَمَاعَةُ عَجَمًا لَایَعْرِفُوْنَ الْعَرَبِیَّةَ ، فَلَوْ کَانَ لَیْسَ فِیْهِمْ مَنْ یُّحْسِنُ الْاِتْیَانَ بِالْخُطْبَةِ عَرَبِیَّةً لَمْ یَلْزَمْهُمْ جُمْعَةٌ.

(حاشية الدسوقي على الشرح الكبير : 378/1، نقلا عن المقالات الفقهية)

نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''خطبہ کا خاص عربی زبان ہی میں ہونا ضروری ہے کہ تمام مسلمانوں کا مشرق و مغرب میں ہمیشہ اِسی پر عمل رہا ہے۔'' (مصفی شرح موطا ص ۱۵۲ مطبع فاروق دہلی)

(ج) تین طلاق سے ایک ہی طلاق ہونی چاہیے :

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں :

''تین طلاق کے لیے اِتنی شرائط ہیں جن کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ سعودیہ کے تین سو فتوے موجود ہیں، اِس لیے طلاق ایک ہے، آج کے حالات کے مطابق ایک ہونی چاہیے۔''

(خطباتِ ذاکر نائیک بحوالہ حقیقت ذاکر نائیک ص ۲۳۱)

حالانکہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، ائمہ اَربعہ اَور جمہور اُمت نیز موجودہ دَور کے سعودیہ عربیہ کے تمام معتبر علماء کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق سے تین ہی طلاق واقع ہوتی ہے ایک نہیں اِس مسئلے میں پوری تاریخ میں کسی معتبر عالم کا اِختلاف نہیں سوائے علامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اَور اُن کے شاگرد علامہ ابن القیم کے لیکن پوری اُمت (جن میں بڑے بڑے تابعین، چاروں ائمہ اِمام اَبوحنیفہ، اِمام شافعی، اِمام مالک اَور اِمام اَحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں) کے مقابلے میں اِن دو حضرات کی رائے قطعاً قابلِ اِتباع نہیں ہے، ڈاکٹر صاحب ایسے اِجماعی حکم کے خلاف مسئلہ بیان کر کے اُمت کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یہ حکم یعنی تین طلاقوں سے تین ہی طلاق کا واقع ہونا قرآن کی آیت، بے شمار اَحادیث اَور صحابہ کرامؓ کے تعامل سے واضح طور پر ثابت ہے، چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں :

(۱) وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلاثًا قَالَ لَوْطَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ (لَكَانَ لَكَ الرَّجْعَةُ) فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِيْ بِهٰذَا (أَيْ بِالْمُرَاجَعَةِ)فَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا حُرِّمَتْ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ . (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۹۲ و ۸۰۳)

''حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب اُس شخص کے متعلق فتوی دریافت کیا جاتا جس نے تین طلاقیں دی ہوں تو فرماتے اگر تو نے ایک یا دو طلاق دی ہوتی (تو رجوع کر سکتا تھا) اِس لیے کہ حضور ﷺ نے مجھ کو اِس کا (یعنی رجعت کا) حکم دیا تھا اَور اگر تین طلاق دیدے تو عورت حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ دُوسرے مرد سے نکاح کرے۔''

(۲) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَ هُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَه' ثَلَاثًا ، قَالَ : فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ ،ثُمَّ قَالَ ، يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحَمُوْقَةَ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ وَمَنْ يَّتَقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا.عَصَيْتَ رَبَّکَ وَبَانَتْ مِنْکَ امْرَأَتُکَ.(اَبو داؤد: ۱/۲۹۹ رقم الحدیث ۱۸۷۸)

''حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اَور کہا کہ اُس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، فرماتے ہیں کہ حضرت عباس خاموش رہے میں سمجھا کہ وہ اُس کی بیوی کو لوٹا دیں گے (رجعت کا حکم دیں گے) مگر فرمایا تم میں سے کوئی شخص حماقت کر بیٹھتا ہے (تین طلاق دے دیتا ہے) پھر چلاتا ہے، ابن عباس! ابن عباس!۔ (سنو!) اِرشاد باری تعالیٰ ہے ''جو اللہ سے ڈرے اللہ اُس کے لیے راہ نکالتے ہیں'' تم نے تو اپنے رب کی نافرمانی کی (تین طلاق دیدیں) اِس لیے تمہاری بیوی تم سے جدا ہوگئی۔''

(۳) وَعَنْ مَالِکٍ بَلَغَه': أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ: إِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَأَتِیْ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ ، فَمَاذَا تَرٰی عَلَیَّ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : طُلِّقَتْ مِنْکَ بِثَلَاثٍ ، وَسَبْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِتَّخَذْتَ بِهَا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا.

(اخرجه للامام مالک ص ۱۹۹)

''حضرت اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ روایت پہنچی کہ ایک آدمی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، آپ اِس سلسلے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا (اِن میں سے) تین طلاقیں تیری بیوی پر پڑ گئیں اَور ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ کی آیتوں کا مذاق کیا۔''

(۴) عَنْ مَالِکٍ بَلَغَهُ: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ: إِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَأَتِیْ ثَمَانِيْ تَطْلِيْقَاتٍ ، قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ ، فَمَاذَا قِيْلَ لَکَ؟ قَالَ

قِيْلَ لِيْ: إِنَّهَا قَدْ بَانَتْ مِنِّيْ ، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ صَدَقُوْا.

(المؤطا للامام مالک ص ۱۹۹)

''حضرت اِمام مالک رحمہ اللہ کو یہ روایت پہنچی کہ ایک آدمی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اَور کہا! میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دی ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا کہ لوگوں نے تمہیں کیا کہا؟ اُس نے جواب دیا کہ میری بیوی بائنہ ہوگئی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ کہا (یعنی تین طلاقیں پڑ گئیں)۔''

(۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ الْحَافِظُ نَا مُحَمَّدُ بْنُ شَاذَانَ الْجَوْهَرِيُّ نَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ نَا شُعَيْبُ بْنُ رُزَيْقٍ أَنَّ عَطَاءَ الْخُرَاسَانِيَّ حَدَّثَهُمْ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ تَطْلِيْقَةً وَهِيَ حَائِضٌ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُّتْبِعَهَا بِتَطْلِيْقَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ عِنْدَ الْقَرْأَيْنِ فَبَلَغَ ذٰلِکَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ مَا هٰكَذَا أَمَرَکَ اللّٰهُ إِنَّکَ قَدْ أَخْطَأْتَ السُّنَّةَ . وَالسُّنَّةُ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الطُّهْرُ فَيُطَلِّقُ لِكُلِّ قَرْءٍ قَالَ فَأَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْتُهَا ثُمَّ قَالَ إِذَا هِيَ طَهُرَتْ فَطَلِّقْ عِنْدَ ذٰلِکَ أَوْ أَمْسِکْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنِّیْ طَلَّقْتُهَا ثَلٰثًا أَكَانَ يَحِلُّ لِيْ أَنْ أُرَاجِعَهَا قَالَ لَا، كَانَتْ تَبِيْنُ مِنْکَ وَتَكُوْنُ مَعْصِيَةً .

(سنن دارقُطني 2:438، زاد المَعاد 2:2557، مُصنف ابن أبي شيبة بحواله عينی شرح كنز: 141، سنن دارقُطنی، 4:31، مطبوعه قاهرة)

''حضرت حسن کا بیان ہے کہ ہم سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ اُنہوں نے اپنی اہلیہ کو حالتِ حیض میں ایک طلاق دے دی پھر اِرادہ کیا کہ دوطہروں میں بقیہ دوطلاقیں دے دیں گے۔ حضور اَقدس ﷺ کو اِس کی اِطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ابن عمر! اِس طرح اللہ نے تم کو حکم نہیں کیا، تم نے سنت طریقہ کے خلاف کیا (کہ حالتِ حیض میں طلاق دے دی) سنت طریقہ یہ ہے کہ طہر کا اِنتظار کیا جائے

اَور ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے اِس کے بعد حضور اَکرم ﷺ نے مجھے رجوع کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ میں نے رجوع کرلیا پھر فرمایا جب وہ پاک ہو جائے تو تم کو اِختیار ہے چاہو تو طلاق دے دینا یا اُس کو روکے رکھنا۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں نے تین طلاقیں دی ہوتیں تو کیا میرے لیے رجوع کرنا جائز ہوتا؟ حضور ﷺ نے فرمایا اِس صورت میں بیوی تم سے جدا ہو جاتی اَور تمہارا یہ فعل (تین طلاقیں ایک ساتھ دینا) گناہ ہوتا۔''

آپ نے دیکھا کہ مذکورہ بالا حدیثوں میں تین طلاق سے تین ہی طلاق کے واقع ہونے کا حکم ہے۔ اِن کے علاوہ اَور بہت سی روایتیں صراحتاً اِس پر دَلالت کرتی ہیں کہ تین طلاقوں سے تین ہی طلاقیں واقع ہوں گی، ایک نہیں۔

نوٹ : ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب نے اپنی تقریر میں سعودیہ کے تین سو علماء کے فتاوے کا حوالہ دیا پھر اپنی رائے بھی پیش کی لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کون سے علماء ہیں جبکہ سعودی عرب کی تحقیقاتِ علمیہ کے مؤقر مفتیان نے تین طلاق سے تین ہی طلاق کا فتوی دیا ہے۔ قرارداد اِس طرح ہے :

بَعْدَ الْاِطِّلَاعِ عَلَی الْبَحْثِ الْمُقَدَّمِ مِنَ الْاَمَانَۃِ الْعَامَۃِ لِھَیْئَۃِ کِبَارِ الْعُلَمَاءِ وَالْمُعَدُّ مِنْ قِبَلِ لُجْنَۃِ الدَّائِمَۃِ لِلْبُحُوْثِ وَالْاِفْتَاءِ فِیْ مَوْضُوْعِ '' اَلطَّلَاقُ الثَّلَاثُ بِلَفْظٍ'' وَبَعْدَ دِرَاسَۃِ الْمَسْأَلَۃِ وَتَدَاوُلِ الرَّأْیِ وَاسْتِعْرَاضِ الْاَقْوَالِ الَّتِیْ قِیْلَتْ فِیْھَا وَمُنَاقَشَۃِ مَا عَلٰی کُلِّ قَوْلٍ مِّنْ اِیْرَادٍ تُوْصِلُ الْمَجْلِسُ بِاَکْثَرِیَّتِہٖ اِلٰی اِخْتِیَارِ الْقَوْلِ بِوُقُوْعِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ ثَلَاثًا ....الخ

(مجلة البحوث الإسلامية ، المجلد الأول، العدد الثالث سنة 1397)

(د) پوری دُنیا میں عید ایک دِن ہو :

ڈاکٹر صاحب ایک پروگرام ''گفتگو'' میں تقریر کرتے ہوئے مشورہ دیتے ہیں کہ :

''مسلمانوں کو ایسا طریقہ اَپنانا چاہیے کہ پوری دُنیا میں ایک دِن عید ہو سکے۔''

ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے اِرشادِ نبوی صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ یعنی ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اَور چاند دیکھ کر ہی اِفطار کرو'' کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ عقل سلیم کے بھی خلاف ہے، اِس لیے کہ وحدتِ عید کا مسئلہ اَصل میں اِس بنیاد سے پیدا ہوتا ہے کہ عید کو ایک تہوار یا ملکی تقریب یا قومی ڈے قرار دیا جائے مگر یہ اِنتہائی غلط سوچ ہے اِس لیے کہ ہماری عیدیں، رمضان اَور محرم کوئی تہوار نہیں بلکہ سب کی سب عبادات ہیں نیز اَوقات کا ہر ملک ہر خطہ میں وہاں کے اُفق کے اعتبار سے مختلف ہونا لازمی ہے، ہم ہندوستان میں جس وقت عصر کی نماز پڑھتے ہیں اُس وقت واشنگٹن میں صبح ہوتی ہے، جس وقت ہم ہندوستان میں ظہر کی نماز اَدا کرتے ہیں اُس وقت لندن میں مغرب کی نماز ہو چکی ہوتی ہے نیز ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ملک میں جمعہ کا دِن ہوتا ہے تو دُوسرے ملک میں ابھی جمعرات ہے اَور تیسرے میں سنیچر کا دن شروع ہو چکا ہے، اِن حالات میں کسی ایک دن میں پوری دُنیا والوں کے لیے عید منانے کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے؟

اَلغرض اِن تنقیدات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب بہت سے مسائل میں اہل سنت والجماعت کے عقائد سے ہٹے ہوئے ہیں، قرآن وحدیث کی تشریح میں لُغتِ عرب اَور سلف سے منقول تفاسیر کو نظر اَنداز کر کے عقلِ خام کی مدد سے تفسیر کر کے تحریفِ معنوی کے شکار ہیں نیز ڈاکٹر صاحب علومِ شرعیہ اَور مقاصدِ شریعت سے گہری واقفیت نہ ہونے کے باوجود کسی اِمام کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اُلٹے وہ ائمہ مجتہدین پر تنقید کرتے ہیں اِس لیے اِن (ڈاکٹر صاحب) کی باتیں ہرگز قابل اِعتبار نہیں، اِن کے پروگراموں کو دیکھنا، اِن کے بیانات سننا اَور بلا تحقیق اِن پر عمل کرنا سخت مضر ہے۔

اَور چونکہ واقعی تحقیق کرنا ہر کس و ناکس کی بات نہیں ہے اِس لیے اِن کے پروگراموں سے عامۃ المسلمین کو اِحتراز کرنا ضروری ہے نیز ہر مومن کو یہ بات ہمیشہ مستحضر رکھنا چاہیے کہ دین کا معاملہ جو ایک حساس معاملہ ہے اِنسان دین کی باتیں سنتا اَور اُن پر عمل کرتا ہے صرف آخرت میں نجات پانے کے لیے، اِس میں صرف نئی نئی تحقیق، برجستہ جوابات، حوالوں کی کثرت اَور لوگوں میں بظاہر مقبولیت دیکھ کر بلا تحقیق کسی بات پر ہرگز عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ اِنسان پر ضروری ہے کہ وہ غور کرلے کہ وہ آدمی دینی علوم میں کیا اہمیت رکھتا ہے؟ کن اَساتذہ سے علم حاصل کیا ہے؟ کس ماحول میں اُس کی پرورش ہوئی ہے، اُس کی وضع قطع، لباس، ہیئت دیگر علماء وصلحاء سے میل کھاتی ہے یا نہیں؟ نیز معاصر قابل اِعتماد علماء اَور مشائخ کی اِس شخص کے بارے

میں کیا رائے ہے؟ اِسی طرح یہ بھی دیکھ لینا ضروری ہے کہ اُس سے متاثر ہونے والوں اَور اُس کے گرد جمع ہونے والوں میں صحیح دینی شعور رکھنے والے کتنے ہیں اَور دینی خدمات سے وابستہ معتبر لوگ کس حد تک؟ اگر کچھ معتبر لوگ قریب ہیں تو اُن سے معلوم کرنیکی ضرورت ہے کہ اُس کی نوعیت کیا ہے اَور وہ کیوں قریب ہیں؟ ایسا تو نہیں کہ کسی غلط فہمی، معلومات کی کمی یا کسی مصلحت مزعومہ کے تحت وہ قریب دِکھائی دے رہے ہوں؟

حاصل یہ ہے کہ اِن تمام باتوں کی تحقیق کے بعد اگر اِطمینان ہو جائے تب ہی دینی معاملے میں اُس کی باتیں قابل اعتبار اَور لائق عمل ٹھہریں گی ورنہ اُس سے دُور رہنے ہی میں اِیمان کی سلامتی ہے، مشہور تابعی محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے :

اِنَّ ھٰذَا الْعِلْمَ دِیْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ

''دین کی باتوں کو سننے اَور سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ خوب غور کرلیا کرو کہ کیسے لوگوں سے علم حاصل کر رہے ہو اَور دین سیکھ رہے ہو۔''

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے، آمین۔

زین الاسلام قاسمی الہ آبادی

نائب مفتی دارُالافتاء دارُالعلوم دیوبند

۲۰؍ربیع الاوّل ۱۴۳۲ھ / ۲۴؍فروری ۲۰۱۱ء

اَلجواب صحیح

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ — محمود حسن غفرلہٗ بلند شہری

وقار علی غفرلہٗ — فخر الاسلام عفی عنہ

قسط : ۳

پردہ کے اَحکام

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

''پردہ'' اِنسان کی فطری ضرورت ہے، سلیم الفطرت عورت کی حیاء وشرم کا طبعی تقاضا ہوتا ہے کہ اَپنوں کے سوا غیروں سے پردہ میں رہے بلکہ ایک حد تک اِنسان کا اپنے کو پردہ میں رکھنا اِنسانیت کا فطری تقاضا ہے۔ بے حیائی، بے پردگی اَور عریانیت کو کوئی شریف اِنسان گوارہ نہیں کرتا۔

اِس مجموعہ میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے جملہ اِفادات، ملفوظات، مواعظ، تصانیف فتاوی کو کھنگال کر پردہ سے متعلق جملہ ضروری مباحث کو عقل ونقل کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز پردہ کی مشکلات، ضرورت کے مواقع، ایک گھر میں رہتے ہوئے پردہ کی دُشواریاں اَور اُس کا حل وغیرہ وغیرہ ضروری مباحث کو تفصیل سے اِس مجموعہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز زینت اَور اُس کی اَحکام کی تفصیل، غیر عورتوں سے پردہ کی حد اَور اُن سے علاج کرانے سے متعلق ضروری ہدایات۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے اِستفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

پردہ کے ضروری ہونے کی عقلی وعرفی دَلیل :

میں نے ایک بار مجمع میں کہا تھا کہ پردہ کے مسئلہ میں قرآن وحدیث کو بیچ میں لانے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ قرآن وحدیث کے بغیر ہی اِس کی ضرورت ثابت ہوسکتی ہے۔ اِس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ کبھی اِن لوگوں نے ریل میں سفر کیا ہوگا اَور نوٹ بھی ساتھ لیے ہوں گے کبھی ایسا بھی کیا ہے کہ نوٹ جیب سے نکال کر باہر رکھ دیے ہوں یا یہ کیا جاتا ہے کہ اَندر کی جیب کے اَندر بھی جو جیب ہے اُس میں رکھے ہوں گے۔ تو کیا اِس طرح نوٹ کو چھپا کر رکھنے کا حکم قرآن پاک میں ہے۔ صرف اِسی واسطے چھپا کر رکھا جاتا ہے کہ اِس

اِظہار میں خطرہ ہے اَور یہ طبعی اَمر ہے اِس لیے خطرہ کے سبب سے اِس کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہوگا۔

اِسی طرح یہاں بھی سمجھئے۔ نیز غیرت کا مقتضی بھی یہی ہے عورت کو پردہ میں رکھا جائے۔ یہ بھی ایک طبعی اَمر ہے جو شرعی حکم کے علاوہ پوشیدہ رکھنے (یعنی پردہ) کے ضروری ہونے کا تقاضا کرتا ہے بلکہ جو خطرہ یہاں نوٹ کو نکال کر سامنے رکھنے میں ہے اِس سے زیادہ خطرہ عورت کو باہر نکالنے میں ہے۔ نوٹ تو دو چار ہزار ہی کے ہوں گے تو اُن کی تو آپ کے دِل میں ایسی قدر اَور عورت کی اِتنی بھی آپ کے نزدیک قدر نہیں؟ تعجب ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

پردہ کے ضروری ہونے کی لُغوی دَلیل :

لُغت سے بھی اِس کی تائید ہوتی ہے کہ عورتوں کو پردہ کرایا جائے کیونکہ اُردو میں عورت کو عورت کہتے ہیں جس کے معنی لُغت میں ہیں چھپانے کی چیز تو اِس کے ساتھ یہ کہنا کہ عورتوں کو پردہ نہ کراؤ ایسا ہے جیسے یوں کہا جائے کہ کھانے کی چیز نہ کھاؤ پہننے کی چیز نہ پہنو اَور اِس کا لغو ہونا ظاہر ہے۔ تو یہ قول بھی لغو ہے عورتوں کا پردہ نہ کراؤ، اُن کو عورت کہنا خود اِس کی دلیل ہے کہ وہ پردہ میں رہنے کی چیز ہیں۔ (اسباب الغفلة دین ودُنیا)

پردہ کے ضروری ہونے کی تمدنی شرعی دَلیل :

حق تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ترجمہ مال اَور بیٹے دُنیاوی زندگی کی زینت اَور آرائش ہیں۔ حق تعالیٰ نے یہاں اَلْبَنُوْنَ فرمایا اَلْبَنَاتُ نہیں فرمایا یعنی بیٹوں کو دُنیاوی زندگی کی زینت بتلایا ہے بنات (لڑکیوں) کو بیان نہیں فرمایا۔

حق تعالیٰ نے بتلادیا ہے کہ لڑکیاں دُنیا کی بھی زینت نہیں بلکہ صرف گھر کی زینت ہیں اگر وہ بھی دُنیا کی زینت ہوتیں تو حق تعالیٰ اُن کو یہاں ذکر فرماتے پس صرف لڑکوں کو دُنیا کی زینت فرمایا اَور لڑکیوں کو ذکر نہ فرمانا اِس بات کی دَلیل ہے کہ لڑکیاں دُنیا کی بھی زینت نہیں کیونکہ عرفًا دُنیا کی زینت وہ سمجھی جاتی ہے جو منظر عام پر زینت بخش ہو جو چیز منظر عام پر لانے کی نہیں ہوتی وہ دُنیا کی زینت نہیں ہوتی بلکہ زینت کے لیے تو ظہور ضروری ہے۔ اِس لیے بَنُوْنَ (لڑکوں) کو فرمایا کہ یہ دُنیا کی زینت ہیں لڑکیاں ایسی زینت نہیں کہ تم اِن کو ساتھ لیے لیے پھرو اَور سب دیکھیں کہ اِتنی لڑکیاں ہیں اَور ایسی آراستہ پیراستہ ہیں بلکہ وہ تو محض گھر کی زینت ہیں، اِس سے عورتوں کے پردہ میں رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔

پردہ کے ضروری ہونے کی معاشرتی دَلیل :

عورتیں فطرتاً اَور قانوناً مردوں کے تابع ہیں اَور مرد محبت کی وجہ سے (عورتوں کے) تابع ہو جاتے ہیں اَور یہ تابع رہنا محبت کے باقی رہنے تک ہے اَور محبت کا باقی رہنا اُس وقت تک ہے جب تک کہ پردہ باقی ہے اَور یہ مسئلہ عقلی بھی ہے۔ چنانچہ ایک یورپین عورت نے اِس کے متعلق ایک اَخبار میں اپنی تقریر شائع کی ہے کہ عورتوں کے لیے جو بے پردگی کی کوشش کی جاتی ہے یہ عورتوں کے لیے سخت مضر ہے کیونکہ اِس وقت تو مردوں کو عورت کی راحت رسانی کا پورا اہتمام ہے اَور اُس کا سبب محبت ہے اَور محبت کا منشاء (وسبب) خصوصیت ہے اَور مشاہدہ ہے جو چیز عام ہو جاتی ہے اُس سے قوی (اَور خصوصی و گہرا) تعلق نہیں ہوتا اَور یہ خصوصیت پردہ کی وجہ سے قائم رہتی ہے پس محبت کی بنیاد پردہ ہے۔ اِس اَنگریزن کی تقریر سے پردہ کی تاکید معلوم ہو رہی ہے، ہندوستان کے لوگوں کو شرم کرنا چاہیے کہ ایک یورپین عورت تو پردہ کی خوبی بیان کرے اَور تم ایشیائی ہو کر پردہ کی مذمت کرتے ہو۔ (الفیض الحسن)

پردہ کے ضروری ہونے کی ایک اَور عقلی دَلیل :

پردہ کے متعلق ایک موٹی سی بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جن کو مجنون (پاگل) بنایا ہے اُن کو آپ خود قید کر دیتے ہیں (ہاتھ پیر تک باندھ دیتے ہیں) اِس سے معلوم ہوا کہ نقصِ عقل موجبِ قید ہے (یعنی عقل کم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کو قید میں رکھا جائے) جب یہ بات مُسلَّم ہو گئی تو عورتوں کے لیے بھی اِسی وجہ سے قید (پردہ) کی ضرورت ہے کیونکہ اُن کا ناقص العقل (کم عقل والا) ہونا مُسلَّم طے شدہ ہے ہاں یہ فرق ضرور ہونا چاہیے کہ جیسا نقص کمی میں ہو ویسی ہی قید ہو، مجنونِ کامل کے لیے قید بھی کامل ہوتی ہے کہ ایک کوٹھڑی میں بند کر دیتے ہیں ہاتھ پیر باندھ دیتے ہیں اَور مجنونِ ناقص یعنی عورت کے لیے قید ناقص ہونا چاہیے کہ اُس کو بلا اِجازت گھر سے نکلنے کا اِختیار نہ دیا جائے۔ (ملفوظاتِ اَشرفیہ)۔ (جاری ہے)

قسط : ۳

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قابلِ تقلید اِمتیازی صفات

(۲) علمی گیرائی :

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم علم دین حاصل کرنے کے نہایت شوقین تھے، اُن میں کا ہر شخص اِس فکر میں رہتا تھا کہ کس طرح اُسے دین کی معلومات حاصل ہوں اَور کیسے وہ مسائل کے اَحکامات سے واقف ہوں؟ چنانچہ وہ اِسی غرض کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتا تھا۔ اِس مبارک شوق کے اَثرات بالخصوص درجِ ذیل تین صورتوں میں ظاہر ہوتے تھے۔

(الف) تعلیمی حلقے :

دَورِ صحابہ میں جابجا تعلیمی حلقے لگا کرتے تھے اَور عام طور پر مساجد میں نماز باجماعت کے ساتھ ساتھ علمِ دین کی نشر و اِشاعت کا بھی نظم تھا اَور فارغ اَوقات کو علمی بحث و مباحثہ اَور مذاکرہ میں گزارنے کا اہتمام کیا جاتا تھا حتی کہ سفرِ جہاد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہتا۔ حطان بن عبداللہ رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صحابیٔ رسول سیّدنا حضرت اَبوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ دَجلہ کے ساحل پر قیام پذیر تھے، نمازِ ظہر کا وقت آیا اَذان ہوئی اَور باجماعت نماز اَدا کی گئی پھر لوگ دینی تعلیم کے لیے حلقے بنا کر بیٹھ گئے اَور عصر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ (حیاۃ الصحابہ ج ۱ ص ۷۳۳)

دَورِ نبوت میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی کوشش رہتی کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی کسی رُوحانی مجلس میں حاضری سے محرومی نہ رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ دینی اِستفادہ کا موقع مل سکے اَور اگر کسی شخص کو ذاتی مشاغل کی وجہ سے ہر روز حاضری کا موقع نہ ملتا تو وہ دُوسرے شخص کے ساتھ باری باری مجلسِ نبوت میں حاضری کا معمول بنالیتا تاکہ ہر مجلس کی اہم دینی باتوں سے واقفیت حاصل ہوتی رہے چنانچہ اَمیر المؤمنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

اپنے پڑوسی اَنصاری صحابی کے ساتھ یہی معمول بنا رکھا تھا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۹)

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم کی اِشاعت کا ایسا شوق تھا کہ جو صحابی دُنیا کے جس خطہ میں قیام پذیر ہو گیا وہاں سے علم کے چشمے جاری ہو گئے۔ ایک ایک صحابی سے ہزاروں ہزار اَفراد نے فیض اُٹھایا اور اُن کی فیض رسانی سے قرآن و سنت کا صحیح علم اَطراف و اَکنافِ عالم میں پھیل گیا اَور نہ صرف حجازِ مقدس بلکہ شام و عراق وغیرہ میں بھی علمِ دین کے عظیم الشان مراکز قائم ہو گئے۔

حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اعلیٰ علمی صلاحیت کو تسلیم کرتے ہوئے بعد میں آنے والے اَساطین اُمت نے یہ طے کیا کہ جس مسئلہ میں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے متفق ہو گئی ہو اُس سے عدول کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے اَور جو ایسا کرے گا وہ یقیناً گمراہ قرار پائے گا اَور جس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی آراء اَخیر تک مختلف رہی ہیں اَب اُس اِختلاف سے ہٹ کر اِس مسئلہ میں کسی تیسرے مؤقف کو اَپنانا درست نہ ہوگا۔ (توضیح و تلویح ۳۴۹، خلاصۃ التحقیق ۱۷)

صحابہ رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں :

نیز جمہور اُمت نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو پوری اُمت کے ''اَساتذہ'' کے درجہ میں رکھ کر اُن کی عظمت کو دین کی عظمت قرار دیا اَور اُن کو ''معیارِ حق'' تسلیم کیا ہے اَور جو لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اُن پر سخت نکیر کی ہے۔ مشہور محدث اِمام اَبوزرعہ رَازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

> ''جب تم کسی شخص کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نا رَوا کلمات کہتے ہوئے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ شخص زندیق (بددین) ہے اَور اِس کی وجہ یہ ہے کہ رسول برحق ہیں، قرآن کریم برحق ہے، قرآن و سنت کی تعلیمات برحق ہیں اَور یہ سب چیزیں ہمارے پاس حضراتِ صحابہ کے واسطے سے پہنچی ہیں، اَب یہ زندیق لوگ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے اَساتذہ کو مطعون کر کے قرآن و سنت کو باطل قرار دے سکیں تو اِس شرارت کا علاج یہ ہے کہ صحابہ کو مجروح کرنے کے بجائے اِن شرارت پسندوں ہی کو مجروح قرار دیا جائے۔''
>
> (مقدمۃ الاصابہ فی تمییز الصحابہ شیخ عادل احمد عبدالموجود وغیرہ ۱؍۲۲)

اِس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی علمیت کو تسلیم کرنا اَور اُن کے نقشِ قدم کو اِختیار کرنا دین کی بقاء کے لیے ضروری

ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا واسطہ اگر درمیان سے ہٹ جائے تو پھر دین کی کوئی بات بھی مستند نہ رہ پائے گی اَور دین کا سارا سرمایہ شکوک وشبہات کے دائرہ میں آجائے گا۔ اِسی لیے دُشمنانِ دین شروع ہی سے صحابہ رضی اللہ عنہم پر زبانِ طعن دَراز کرتے آئے ہیں۔ مذہبِ شیعیت ورَافضیت کی تو بنیاد ہی بغضِ صحابہ پر ہے جبکہ گذشتہ صدی میں مستشرقین (اِسلامی علوم کے ماہر یہود ونصاریٰ) نے ایک تحریک کی شکل میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مطعون کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے جس سے متاثر ہوکر بہت سے جدّت پسند مسلم اَربابِ قلم (جیسے مولانا اَبوالاعلیٰ مودودی اَور اُن کے ہم فکر لوگ) بھی جوش میں آگئے اَور اُنہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اِختلافی واقعات میں تاریخی محاکمہ کا بزعم خود دعوی کرکے اپنے قلم کی جولانی سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کو تارتار کرڈالا اَور ذرا بھی شرم محسوس نہ کی اَور آج تک اُن کے متبعین صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہفوات سے بھرپور اُن کی تصنیفات دَھڑلّے سے چھاپ رہے ہیں اَور دعوی یہ ہے کہ ہم سے بڑا اِتحادِ اُمت کا علم بردار کوئی نہیں ہے۔

ذرا سوچیے! کیا حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت وعزت کا پاس ولحاظ کیے بغیر اُمت میں اِتحاد کا تصور کیا جاسکتا ہے؟ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم (خواہ وہ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں) پر ہی اعتماد نہ رہے تو آخر اُمت میں کون اِس قابل ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے اَور پھر ہم ہوتے کون ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اِختلافات میں فیصل بننے والے؟ ہم اپنے اعمال ہی کی دُرستگی کرلیں تو بڑی بات ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر حضرات کے آپسی معاملات حل کرنے کا اپنے کو اہل سمجھنا خود فریبی نہیں تو اَور کیا ہے؟

اِس لیے اُمت کے ہر فرد کو سمجھ لینا چاہیے کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہمارے سر کے تاج ہیں اَور پوری اُمت کے لیے سرمایۂ اِفتخار ہیں۔ اِن کے علوم سے اُمت کا کوئی فرد کبھی بھی اَور کہیں بھی مستغنی نہیں ہوسکتا اَور جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے کٹے گا وہ دین سے کٹ جائے گا اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ.

(ب) بدعات سے اِجتناب :

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کیونکہ دین کے سب سے بڑے عالم تھے اِس لیے قدرتی طور پر وہ ہر ایسی بات سے متنفر تھے جو دین کے برخلاف ہو اَور نبی اَکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، اِسی بناء پر دَورِ صحابہ بدعات سے بالکل خالی نظر آتا ہے اَور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں سنت کے نور سے معمور اَور بدعات کی ظلمت سے پوری طرح محفوظ دِکھائی دیتی ہیں۔ دَراصل حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ اِرشادات

تھے جن میں آپ علیہ السلام نے برسرِ عام بدعات پر نکیر فرمائی تھی مثلاً آپ علیہ السلام عام طور پر جمعہ کے خطبہ میں یہ کلمات اِرشاد فرماتے تھے :

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَ لَةٌ. (مسلم شریف ۱/ ۲۸۵)

''اَما بعد! کائنات میں سب سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اَور سب سے بہترین اُسوۂ مبارکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے اَور بد ترین چیز (دین میں) منگھڑت باتیں ہیں اَور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اِسی طرح نبی ٔ اَکرم علیہ السلام نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو متنبہ فرمایا تھا کہ وہ مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا میں کسی بدعقیدہ بدعتی شخص کو پناہ نہ دیں، آپ علیہ السلام نے ایک حدیث میں اِس سلسلہ میں نہایت سخت وعید اِرشاد فرمائی، آپ علیہ السلام نے فرمایا :

اَلْمَدِیْنَةُ حَرَمٌ مَا بَیْنَ عِیْرٍ اِلٰی ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا أَوْ آوٰی مُحْدِثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَةُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، لَایُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ.

(بخاری شریف ۲/ ۱۰۸۴، مسلم شریف ۱/ ۴۴۲)

''مدینہ منورہ عیر سے لے کر مقامِ ثور تک حرم ہے، پس جس شخص نے اِس خطہ میں کوئی بدعت اِیجاد کی یا کسی بدعقیدہ بدعتی کو پناہ دی تو اُس پر اللہ تعالیٰ کی اَور فرشتوں کی اَور تمام اِنسانوں کی لعنت ہے، اُس کی فرض یا نفل کوئی بھی عبادت قبول نہ ہوگی۔''

اِسی طرح ایک مرسل روایت میں وارِد ہے کہ نبی ٔ اَکرم علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا :

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْإِسْلَامِ. (شعب الإیمان)

''جس شخص نے کسی بدعتی کی (اُس کی بدعت کی بنیاد پر) تعظیم وتکریم کی تو اُس نے اِسلام کی بنیاد مٹانے پر تعاون کیا۔''

یعنی بدعتی شخص کی عزت اَفزائی دَراصل صحیح دین کو نقصان پہنچانے کا ذریعہ ہے نیز نبی ٔ اَکرم علیہ السلام نے ایک مرتبہ بدعت کی نحوست بیان کرتے ہوئے یہ اِرشاد فرمایا :

اِنَّ اللّٰہَ حَجَبَ التَّوْبَۃَ عَنْ صَاحِبِ کُلِّ بِدْعَۃٍ. (شعب الایمان ۷/۶۰)

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر بدعتی شخص کو توبہ کی توفیق سے محروم کردیا ہے۔''

اِن ارشاداتِ عالیہ کی بنیاد پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حد درجہ محتاط ہوگئے تھے اَور اُن میں کا ہر شخص ہر معاملہ میں اِس بات پر گہری نظر رکھتا تھا کہ کہیں اُمت میں کوئی بدعت جاری نہ ہوجائے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے جن میں ایک شخص پکار کر کہتا ہے کہ سو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھو تو سب لوگ زور زور سے تکبیر کہنے لگتے ہیں پھر وہ شخص پکارتا ہے کہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو تو سب لوگ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے لگتے ہیں اِسی طرح وہ درود پڑھنے کو کہتا ہے تو سب لوگ درود پڑھنے لگتے ہیں، یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ نبی اَکرم صلی اللہ علیہ وسلم اَور اُن کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو؟ دَراصل تم ایک بڑی بدعت کے مرتکب ہورہے ہو کیا تم حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم پر فضیلت رکھتے ہو؟ (اَحکام الاحکام ۱/۵۲ بحوالہ راہِ سنت ص ۱۲۴)

یعنی اِس طرح مسجد میں مل کر تکبیر و تہلیل کے نام پر شور مچانے کا عمل دَورِ نبوت اَور دَورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے اِس پر نکیر کی وجہ یہی تھی کہ کہیں یہ مخصوص ہیئت ہی بعد میں خصوصیت کے ساتھ موجبِ ثواب نہ سمجھ لی جائے۔

اِسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ اَکثر ائمہ نماز کے بعد عموماً دائیں طرف رُخ کر کے بیٹھنے کا اہتمام کرتے ہیں تو آپ نے محسوس کیا کہ کہیں یہ عمل بعد میں لازم نہ سمجھ لیا جائے اِس لیے آپ نے اِرشاد فرمایا :

لَایَجْعَلُ اَحَدُکُمْ لِلشَّیْطَانِ شَیْئًا مِّنْ صَلَاتِہٖ یَرٰی اَنَّ حَقًّا عَلَیْہِ اَنْ لَّا یَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ یَّمِیْنِہٖ، لَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَثِیْرًا یَنْصَرِفُ عَنْ یَسَارِہٖ.

''تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کا کچھ حصہ شیطان کے حوالہ نہ کرے یعنی یہ نہ سمجھے کہ اِس پر دائیں طرف رُخ کر کے بیٹھنا لازم ہے اِس لیے کہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو بہت مرتبہ بائیں طرف کو رُخ کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اُن کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میں نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اپنے والد سے زیادہ بدعت کا سخت مخالف کسی کو نہیں دیکھا، ایک مرتبہ میں نے نماز پڑھتے ہوئے سورہ فاتحہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زور سے پڑھ دی جس کو موصوف نے سن لیا اَور اِرشاد فرمایا :

یَا بُنَیَّ اِیَّاکَ وَالْحَدَثَ فَاِنِّیْ صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ وَعُمَرَ رضی اللہ عنہ وَعُثْمَانَ رضی اللہ عنہ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْھُمْ یَقُوْلُ ذٰلِکَ، اِذَا قَرَأْتَ فَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

''بیٹے ! بدعت سے بچتے رہو اِس لیے کہ میں نے نبی اَکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اَور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو میں نے اُن میں سے کسی کو بھی بسم اللہ (جہراً) پڑھتے ہوئے نہیں سنا، لٰہذا جب تم قراءت کرو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے اِبتدا کیا کرو۔''

یہ باتیں دیکھنے میں معمولی ہیں لیکن اِن سے یہ اَندازہ لگانا دُشوار نہیں ہے کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہر اُس کام سے بیزار تھے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہ ہو اَور جو شخص بھی علمِ صحیح کا حامل ہوگا وہ کبھی بھی بے سند اَور من گھڑت عقائد و رسومات کو قبول نہیں کرے گا۔

بدعت کا سبب جہالت ہے یا شرارت :

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمت میں بدعت کی اِشاعت کے پیچھے دو اَسباب کارفرما رہے ہیں:

(۱) اَوّل یہ کہ دُشمنانِ اِسلام نے دین میں بگاڑ پیدا کرنے کی غرض سے نہایت شاطرانہ طور پر فکری اَور عملی بدعتیں مسلم معاشرہ میں داخل کردیں اَور اُن کے اِس قدر فضائل و مناقب بیان کیے کہ اُمت کا ایک بڑا طبقہ اُن سے متاثر ہو کر گمراہی کے راستہ پر چل پڑا اَور اُس نے صحیح دینی عبادات کو پسِ پشت ڈال کر من گھڑت رسومات ہی کو دین سمجھ لیا۔

(۲) بدعات پھیلنے کا دُوسرا بڑا سبب جہالت ہے۔ جہالت اَور بدعت لازم ملزوم ہیں، جہاں دینی اعتبار سے جہالت پائی جائے گی وہاں بدعت کا ہونا یقینی ہے کیونکہ جب صحیح بات کا علم ہی نہ ہوگا تو دینی لبادہ اَوڑھ کر جو شخص بھی بدعات رائج کرنا چاہے گا اُس پر کوئی نکیر کرنے والا نہ ہوگا اَور لوگ جہالت کی وجہ سے اُس

کی غلط باتوں کو دین سمجھ کر اِختیار کرلیں گے چنانچہ آج جہاں جہاں بھی جہالت عام ہے وہاں کثرت سے بدعات بھی رائج ہیں اَور لوگ اِس قدر متشدد ہیں کہ صحیح بات سننے سمجھنے تک کو تیار نہیں ہیں۔

بدعت شیطان کو بہت پسند ہے :

مشہور محدث حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عام گناہوں کے مقابلہ میں شیطان کو بدعت زیادہ پسند ہے۔(شعب الایمان ۷/۵۹)

اَور اِس پسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی کوئی عام گناہ کرتا ہے تو اُس کے ضمیر پر ایک ٹھیس لگتی ہے اَور وہ کبھی نہ کبھی توبہ ضرور کرلیتا ہے لیکن بدعتی شخص چونکہ اپنے عمل بدعت کو عین عبادت سمجھتا ہے اِس لیے اُسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی بلکہ وہ بدعت کی دَلدل میں مزید دَھنستا چلا جاتا ہے، وہ سمجھتا تو یہ ہے کہ میں بہت بڑا کارِ ثواب اَنجام دے رہا ہوں جبکہ دَر حقیقت وہی عمل اُس کے لیے وبال بنتا رہتا ہے، اِسی لیے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ'' سنت کے مطابق تھوڑا عمل بدعت والے زیادہ اَعمال سے بہت بہتر ہے'' (شعب الایمان ۷/۲) اِس لیے ہر صاحبِ اِیمان کو بدعت اَور بدعتی سے دُور رہنا چاہیے۔

مشہور محدث حضرت یحیٰی بن اَبی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ'' جب تمہاری ملاقات راستہ میں کسی بدعتی سے ہو تو اُس راستہ کو چھوڑ کر دُوسرا راستہ اِختیار کرلو۔'' حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ'' بدعتی شخص کی مجلس میں بیٹھنے سے بچتے رہو۔'' حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ'' جو شخص بدعتی شخص کے ساتھ بیٹھے اُٹھے گا وہ حکمت سے محروم رہے گا۔'' (شعب الایمان ۷/۶۴)

حضرت اَبوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ'' اہلِ بدعت کے ساتھ نہ تو اُٹھو بیٹھو اَور نہ اُن سے جھک بازی کرو اِس لیے کہ مجھے اِس بات سے اِطمینان نہیں ہے کہ کہیں وہ تمہیں اپنی گمراہی میں شامل نہ کرلیں یا تمہارے اَندر صحیح باتوں کے بارے میں شکوک وشبہات نہ ڈال دیں۔'' (شعب الایمان ۷/۶۰)

موجودہ زمانہ کا حال :

اُمت میں بدعات کا شیوع دَورِ صحابہ ﷺ کے بعد ہی سے ہوگیا تھا۔ شیعیت، خارجیت اَور اُس کے بعد فتنۂ باطنیت اَور فتنۂ اِعتزال یہ سب فکری بدعت کی بدترین صورتیں تھیں جو آج بھی ترقی پاکر کسی نہ کسی نام

سے موجود ہیں، اِن کے علاوہ عملی بدعات کا رِواج بھی کچھ کم نہیں، اَولیاء اللہ کی محبت کی آڑ میں سارے عالم میں مزارات پر بدعت کی شرک آمیز دُکانیں خوب پھل پھول رہی ہیں اَور اہلِ بدعت نے اپنے اپنے گروپ منظّم طور پر بنا رکھے ہیں اَور جس طرح تجارتی کمپنیاں اپنی تجارت کی بقاء کے لیے ''ٹریڈ مارک'' مقرر کرتی ہیں اُسی طرح اِن گروپوں نے کچھ مخصوص اَعمال کو اپنے فرقہ کا ''ٹریڈ مارک'' بنا رکھا ہے اَور اِن بے سند اَور بے اَصل اعمال پر ایسا جمود ہے کہ ہلنے جلنے کو تیار نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بدعت کی نحوست سے اہلِ بدعت کے دِل قطعاً سیاہ ہوجاتے ہیں اَور حق واِنصاف کی باتوں کو قبول کرنے سے اُن کا ضمیر عاجز ہوجاتا ہے اَور لُطف یہ ہے کہ اِن سب بدعات کے علم بردار ہونے کے باوجود یہی لوگ اپنے کو سنت کا ٹھیکیدار قرار دیتے ہیں بلکہ اِس سے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو اِسلام کا پروانہ جاری کرنے کا خصوصی حق بھی اپنے نام رجسٹرڈ سمجھتے ہیں اِس سے بڑی خود فریبی اَور جہالت کیا ہوسکتی ہے؟

''بدعت'' دین کی توہین کا سبب ہے :

واقعہ یہ ہے کہ اہلِ بدعت نے دین کو کھیل تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے اَور اِخلاص وللّٰہیت کی رُوح کو پامال کر ڈالا ہے، یوں تو بدعات سارے سال ہی جاری رہتی ہیں لیکن محرم کا مہینہ شروع ہوتے ہی اُن میں اُبال آجاتا ہے، کوئی اَور نیکی کا کام ہو یا نہ ہو تعزیہ ضرور بنے گا اَور تعزیہ بھی کیا ہے؟ بانس کی پھچیوں سے خود ہی ایک ڈھانچہ بنایا اَور پھر خود ہی اُس کی تعظیم کرنے لگے اَور اُس پر چڑھاوے چڑھانے لگے؟ اَور اِس واہیات حرکت پر اِس قدر اِصرار کہ اَگر کہیں تعزیہ سازی میں کوئی رُکاوٹ پیدا ہوجائے تو فوراً دین خطرہ میں پڑ جاتا ہے اَور لوگ مارنے مرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں تو یہ دین کے ساتھ مذاق نہیں تو اَور کیا ہے؟

ذرا سوچیں! کیا کوئی شریف آدمی اِسے پسند کرسکتا ہے کہ اُس کے ماں باپ کی باقاعدہ تدفین ہو جانے کے بعد کچھ لوگ اُن کی مصنوعی قبریں بنا کر ہر سال تدفین کا ڈھونگ رچایا کریں؟ تو جب ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ یہ توہین برداشت نہیں کرسکتے تو حضراتِ اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں کی شبیہ بنا کر اُن کے ساتھ یہ کھلواڑ آخر کیسے رَوا رکھا جاتا ہے؟ اِس سے معلوم ہوگیا کہ تعزیہ داری کی بدعت کوئی عبادت نہیں بلکہ مقدس نفوس اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی بدترین توہین اَور سخت گناہ ہے مگر بدعتی فرقہ نے شیعیت کے دامِ تزویر میں گرفتار ہوکر اِسے جاہل عوام کے دِلوں میں ایسا پیوست کردیا ہے کہ وہ تعزیہ ہی کو اِسلام کی

سب سے بڑی نشانی سمجھنے لگے ہیں، نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔

اِسی طرح اَولیاء اللہ کے مزارات پر جو طوفانِ بدتمیزی مچتا ہے وہ سب دین کی اَصل شبیہ کو مسخ کرنے کا ذریعہ ہے، مزارات کی بے جا تعظیم و تقدس دیکھ کر غیر مسلم بھی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہمارے مذہب میں اَور اِسلام میں کوئی خاص فرق نہیں بس مورتی اَور قبر کا فرق ہے اَور بعض بدعتی علماء اپنے فتوؤں میں بظاہر اِن چیزوں کی تردید کرتے ہیں مگر عملی طور پر نہ صرف اِن بدعات میں شریک رہتے ہیں بلکہ دَھڑلّے سے اِن کی سرپرستی کرتے ہیں اَور لچر تاویلات کے ذریعہ اِن بدعملیوں کو سندِ جواز عطا کرتے ہیں جو حد درجہ قابلِ مذمت عمل ہے۔

بدعات کا خاتمہ کیسے ہو؟ :

مگر یہاں ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ چونکہ ہر بدعت دین کے نام پر ہی کی جاتی ہے اَور بدعت کا شوقین ہر شخص اِسے دین ثابت کرنے پر اَیڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے تو پھر آخر اِن بدعات پر روک کیسے لگے؟ اِس بارے میں ہمارے پاس ہمارے آقا و مولا سرورِ عالم حضرت محمد ﷺ کی واضح رہنمائی موجود ہے۔ صحابیٔ رسول حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا پُر اَثر وعظ فرمایا کہ سننے والوں کی آنکھوں سے آنسو رَواں ہوگئے اَور دِل کانپ اُٹھے تو ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ تو آخری نصیحت معلوم ہوتی ہے تو آپ ہمیں کیا تاکیدی حکم دینا چاہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں اِرشاد فرمایا :

قَدْ تَرَکْتُمْ عَلَی الْبَیْضَاءِ، لَیْلُھَا کَنَھَارِھَا، لَایَزِیْغُ عَنْھَا بَعْدِیْ اِلَّا ھَالِکٌ، مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ عَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ....... الخ

(سنن ابن ماجہ ص ۴۳)

''میں تم کو روشن شریعت پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جسکی رات بھی دِن کی طرح (روشن) ہے، اِس سے میرے بعد وہی شخص اِعراض کرے گا جو تباہ ہونے والا ہے، تم میں جو شخص بعد میں زندہ رہے گا تو وہ بہت اِختلاف دیکھے گا اِس لیے تم پر میری معروف سنتوں اَور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنتوں کی پیروی لازم ہے، اِن سنتوں پر دانت گاڑ کر رہنا۔''

ہادیٔ عالم نبیٔ اَکرم ﷺ کے اِس فیصلہ کن اِرشادِ عالی کے بعد اَب معاملہ صاف ہے وہ تمام منگھڑت اَعمال ورسومات جن پر آج اہلِ بدعت قائم ہیں اُن میں سے ایک ایک بات کو پیغمبر ﷺ کی بتائی ہوئی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے پھر فیصلہ کرنا چاہیے کہ کیا صحیح ہے اَور کیا غلط؟ اَور کیا سنت ہے اَور کیا بدعت؟

محرم کی تعزیہ داری، اَکھاڑے بازی اَور کھچڑے کی نذرونیاز ہو یا شب براءت کا حلوہ، عرس کے نام پر تماشے ہوں یا شہادت کے نام پر ماتم اِن کا دَورِ نبوت اَور دَورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کہیں اَتہ پتہ نہیں ملتا، یہ سب ہواء وہوس کے پرستاروں کی اِیجادات ہیں، مقدس مذہب اِسلام اِس طرح کی خرافات سے پوری طرح بری ہے، نبیٔ اَکرم ﷺ کے لائے ہوئے کامل مکمل دین میں اِن تماشوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے اَور جو شخص اِن بے اَصل باتوں ہی کو اَصل دین قرار دے وہ یقیناً دین کی بنیادوں کو مٹانے والا اَور شریعتِ بیضاء کی شان پر بدنما داغ لگانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمت کو ہر طرح کی بدعات سے محفوظ رکھے اَور اہلِ بدعت کی تلبیسات سے بچائے رکھے، آمین۔

(ج) پیغمبر علیہ السلام پر وَالہانہ وَارفتگی :

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی علمی گیرائی کا ایک واضح اثر یہ بھی تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا پورا معاشرہ نبیٔ کریم ﷺ کی ایک ایک سنت پر جان چھڑکتا تھا اَور اُن کی نظر میں پیغمبر علیہ السلام کے اُسوۂ مبارکہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہ تھی۔ آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل ہی اُن کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ تھا۔ کیا مرد کیا عورتیں، کیا جوان کیا بوڑھے سب جذبہ اِطاعت واِظہارِ محبت میں ایک دُوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ اُن کے نزدیک پیغمبر علیہ السلام کی خلاف ورزی کرنے یا آپ کی منشاء کے خلاف کرنے کا تصور ہی نہ تھا، اُن میں کا ہر شخص آپ ﷺ کا سچا تابعدار اَور مخلص فدائی تھا۔

حدیث کی کتابوں میں اِس سلسلہ کا ایک اَثر اَنگیز واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان صحابی حضرت طلحہ بن البراء رضی اللہ عنہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ کے قریب آکر قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے تھے۔ ایک دِن انہوں نے آکر عرض کیا کہ ''یارسول اللہ! آپؐ مجھے جو چاہیں حکم دیں میں آپ ﷺ کی ہرگز خلاف ورزی نہ کروں گا''۔ نبی اَکرم ﷺ کو اِن کی نوعمری کے باوجود اِس طرح کا سوال کرنے پر تعجب

ہوا اَور آپ ﷺ نے بطورِ اِمتحان اُن سے کہا کہ: ''جاؤ اپنے والد کو قتل کر ڈالو'' وہ صحابی فورًا حکم کی تعمیل کے لیے چل پڑے۔ آپ ﷺ نے اُنہیں پھر واپس بلایا اَور فرمایا کہ: ''اپنے اِرادہ سے باز آؤ مجھے قطع رحمی کا حکم دے کر نہیں بھیجا گیا ہے'' (یعنی یہ تو محض آزمائش کے طور پر تم سے کہا گیا تھا اَور تم نے تعمیل کا اِرادہ ظاہر کر کے اِمتحان میں کامیابی حاصل کر لی ہے) پھر چند دِن کے بعد ہی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، پیغمبر علیہ السلام اِن کی عیادت کے لیے تشریف لائے جبکہ موسم بارش اَور سردی کا تھا۔ اِن کے پاس سے باہر آکر آپ ﷺ نے گھر والوں سے کہا کہ: ''مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ کی وفات کا وقت قریب ہے لہٰذا اگر ایسا حادثہ پیش آجائے تو مجھے اِطلاع دے دینا تاکہ میں اِن کے جنازہ اَور نماز میں شریک ہوسکوں اَور اِس میں جلدی کرنا'' اِس کے بعد آپ ﷺ واپس تشریف لے چلے۔

اَبھی آپ ﷺ قبیلہ بنو سالم ہی میں پہنچے تھے کہ حضرت طلحہ بن البراء رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی لیکن چونکہ رات ہو چکی تھی موسم خراب تھا اَور وفات سے قبل حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے گھر والوں کو تاکید کر دی تھی کہ میری وفات کی خبر پیغمبر علیہ السلام کو مت دینا اَور رات ہی میں مجھے دفن کر دینا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ رات میں نبی ٔ کریم ﷺ کے تشریف لانے پر یہودی دُشمن آپ ﷺ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اِس لیے گھر والوں نے پیغمبر علیہ السلام کو اِطلاع نہیں دی اَور اُن کی وصیت کے مطابق اُنہیں رات ہی میں دفن کر دیا گیا۔

نبی ٔ کریم ﷺ کو جب اَگلے دِن حادثہ کا علم ہوا تو قبر پر تشریف لا کر ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اَلْقِ طَلْحَةَ تَضْحَکُ إِلَیْهِ وَیَضْحَکُ إِلَیْکَ۔ ''اے اللہ! آپ طلحہ سے ہنستے ہوئے ملیے اَور اِنہیں بھی اپنے سے ہنس کر ملنے کی سعادت سے نوازیے''۔

(حیاۃ الصحابہ ۲/۲۹۹، الاصابہ ۳/۴۲۶)

(جاری ہے)

دینی مسائل

﴿ متفرق مسائل ﴾

دین سے پھر جانا :

مسئلہ : جب اللہ تعالیٰ کی یا اُس کے کسی رسول کی کچھ تحقیر کی یا شریعت کی بات کو برا جانا یا کفر کی بات پسند کی اِن سب باتوں سے اِیمان جاتا رہتا ہے مثلاً

(۱) کسی نے کہا اُٹھو نماز پڑھو۔ جواب دیا کون اُٹھک بیٹھک کرے یا کسی نے روزہ رکھنے کو کہا تو جواب دیا کون بھوکا مرے یا کہا روزہ تو وہ رکھے جس کے گھر کھانا نہ ہو۔

(۲) کسی کو گناہ کرتے دیکھ کر کہا تو خدا سے ڈرتا نہیں۔ اُس نے جواب دیا ہاں نہیں ڈرتا۔

(۳) کسی کو برا کام کرتے دیکھ کر کہا کیا تو مسلمان نہیں جو ایسا کام کرتا ہے۔ جواب دیا ہاں نہیں ہوں۔

(۴) کسی کافر کی کوئی بات اچھی معلوم ہوئی اِس لیے تمنا کر کے کہا کہ ہم بھی کافر (یا مثلاً عیسائی یا ہندو) ہوتے تو اچھا تھا۔

(۵) کسی کا بچہ مرگیا اُس نے یوں کہا یا اللہ یہ ظلم مجھ پر کیوں کیا مجھے کیوں ستایا۔

(۶) کسی نے یوں کہا اگر خدا بھی مجھ سے کہے تب بھی یہ کام نہ کروں۔

اِس قسم کی تمام باتوں سے کہنے والا آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ : ہنسی دِل لگی میں بھی کفر کی بات کہے دِل سے نہ کہے تب بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ : اَمریکہ یورپ میں رہنے کے لیے اپنے بارے میں قادیانی ہونے کا اِقرار و اِظہار کرنا بھی کلمہ کفر ہے۔ دُنیوی فائدے کے لیے کفر کا کلمہ زبان سے نکالنا بہت ہی خطرناک بات ہے کیا پتہ یہ کہتے ہی موت آجائے توبہ بھی نہ کرسکے۔ اِسی طرح سے بینکوں میں زکوۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو شیعہ لکھ کر دینا بھی خطرناک بات ہے۔ (باقی صفحہ ۶۳)

وفیات

۱۵؍اکتوبر کو جامعہ مدنیہ کے مدرس مولانا قاری عثمان صاحب و مولانا زکریا صاحب کے والد گرامی طویل علالت کے بعد وفات پا گئے ، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے نیز اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔

گزشتہ ماہ رُکن شوریٰ جمعیت علمائے اِسلام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی صاحبؒ چمن بلوچستان میں سڑک حادثہ میں وفات پا گئے۔

گزشتہ ماہ اِنٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے سرپرست حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی مدظلہم کی والدہ صاحبہ مکہ مکرمہ میں اِنتقال فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے نیز اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔

۷؍اکتوبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے خیر خواہ جڑانوالہ کے جناب شیخ نجم الدین صاحب گریجہ مختصر علالت کے بعد اِنتقال فرما گئے، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے نیز اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔

۷؍اکتوبر کو تلوار والی مسجد اَنارکلی لاہور کے خطیب جناب مولانا میاں عبدالرحمٰن صاحبؒ ٹریفک حادثہ میں وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے نیز اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اَور اُن کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر فرمائے، آمین۔

۱۰؍اکتوبر کو حضرت مولانا عبدالمالک شاہ صاحبؒ طویل علالت کے بعد اِنتقال فرما گئے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے نیز اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔

۱۵؍اکتوبر کو اَپر مال کے چوہدری سلیم احمد صاحب کے نوجوان بھانجے ملتان میں وفات پا گئے۔

گزشتہ ماہ بھائی ریحان صاحب ہائیر فیکٹری والوں کے والد طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

۱۲؍اکتوبر کو جناب خالد شفیع صاحب کے والد محمد شفیع صاحب طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

۱۹؍اکتوبر کو امین پارک میں عادل صاحب کے والد جناب علی اَصغر صاحب عباسی طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۳۰ ستمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب شیخ نجم الدین صاحب مرحوم کے جنازہ میں شرکت کے لیے جڑانوالہ تشریف لے گئے شیخ صاحبان کی خواہش پر حضرت صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی تدفین کے بعد حضرت صاحب تعزیت کے غرض سے کچھ دیر کے لیے شیخ صاحبان کے گھر تشریف لے گئے جہاں آپ نے لواحقین سے تسلی آموز کلمات اِرشاد فرمائے ، رات گیارہ بجے بخیریت گھر واپسی ہوئی۔

یکم اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل ،شہید مولانا سعید صاحب کی تعزیت کے لیے سید پور ضلع قصور تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب نے اُن کے والد اَور اہلِ خانہ سے تعزیت کی اَور تسلی دی بعد اَزاں جامعہ کے فاضل مولانا عقیل صاحب کی خواہش پر اُن کے یہاں رات کا کھانا تناول فرمایا۔

۱۰؍ اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بعد نماز مغرب حضرت مولانا عبدالمالک شاہ صاحبؒ کے جنازہ میں شرکت کے لیے گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔

۱۴؍ اکتوبر بروز جمعہ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ کے فاضل مولانا میاں عبدالرحمن صاحبؒ کی تعزیت کے لیے تلوار والی مسجد نئی اَنارکلی تشریف لے گئے۔

۱۸؍ اَکتوبر کو حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم دُبئی اَور اِنگلینڈ کے سفر پر روانہ ہوئے ، بعد اَزاں حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے سعودی عرب تشریف لے جائیں گے۔

۲۶؍ اَکتوبر بروز بدھ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا اَمجد شاکر صاحب کی دعوت پر اَنوارِ محمدیہ میں تعلیمی اَسباق کے اِفتتاح کے لیے قصور تشریف لے گئے جہاں آپ نے بچوں کو اِفتتاحی سبق پڑھایا اَور اپنے مختصر بیان میں موجودہ حالات میں مدارس کی اہمیت اَور اُن سے بھر پور تعاون کرنے پر زور دیا۔ بیان کے بعد آپ نے مدرسہ کی تعمیر و ترقی کے لیے دُعا فرمائی۔

۲۷ر اَکتوبر بروز جمعرات شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مولانا یوسف صاحب کی دعوت پر بیڑ والی ضلع قصور تشریف لے گئے مغرب سے قبل حضرت صاحب نے بنین کے مدرسہ سیّدنا اَمیر حمزہؓ اَور بنات کے مدرسہ سیّدنا حفصہؓ کا سنگِ بنیاد رکھ کر تعمیر و ترقی کے لیے دُعا فرمائی۔ بعد اَزاں جامع مسجد میں مکارمِ اَخلاق کے فوائد اَور دینی مدرسوں کی اہمیت پر تفصیلی بیان فرمایا۔

بقیہ : دینی مسائل

مسئلہ : اگر شامتِ اَعمال سے کبھی ایسی بات ہوگئی تو فورًا توبہ و اِستغفار کرنا چاہیے اَور اپنے اِیمان کی تجدید کرتے ہوئے کلمہ پڑھنا چاہیے اَور نکاح کی بھی تجدید کرنی چاہیے جس کی صورت یہ ہے کہ گھر کے دو مردوں کو سامنے بٹھا کر میاں بیوی باہم اِیجاب و قبول کرلیں اَور کم سے کم شرعی مہر بھی مقرر کرلیں۔ اگر کوئی نکاح کا خطبہ بھی پڑھ لے تو بہت اچھا ہے لیکن ضروری نہیں۔

مسئلہ : اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے چھٹکارا پانے کے لیے یہ تدبیر سوچے کہ خود کلمہ کفر کہہ لے کہ اِس سے اِیمان جاتا رہے گا اَور نکاح بھی ٹوٹ جائے گا پھر بعد میں وہ تجدید اِیمان کرلے لیکن نکاح کسی اَور سے کرلے تو یہ تدبیر باطل ہے کیونکہ

(۱) اگر ملک میں اِسلامی قانون ہو تو حکومت اَور عدالت خود پابند ہوگی کہ عورت سے تجدید اِیمان کرواکر اُس کے نکاح کی تجدید اُس کے شوہر سے ہی کرائے۔

(۲) اگر اِسلامی قانون نہ ہو تو وہ عورت اپنے شوہر کے نکاح سے خارج نہ ہوگی اَلبتہ اِحتیاطًا اُس کو اپنے شوہر کے ساتھ ہی نکاح کی تجدید کرنی ہوگی۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد ؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)